

رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اور اس کی علامات

فقیر العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم

PDFBOOKSFREE.PK

رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اور اُس کی علامات

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مرتب

مولانا حبیب الرحمن صاحب
دار الفلاح، جامعہ غفر اللہ دارس ملتان

ناشر

دار الفلاح
چھوٹا بازار، ملتان، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

جامعاً و مصلحاً... اما بعد

دین اسلام جس طرح اصلاح ظاہر و باطن کا نام ہے اسی طرح یہ حفظ حدود کا بھی نام ہے کہ شریعت نے جس چیز کی جو حد مقرر کر دی ہے اسی حد میں رہ کر زندگی گزارنا صراطِ مستقیم ہے۔ ورنہ جس طرح دین میں ہدایت و راستوں یعنی اجتہاد اور تقلید سے آتی ہے اسی طرح خلافت و کمرانی بھی دو راستوں الحاد و بدعت سے آتی ہے۔

ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار الحاد ہے تو اپنی طرف سے امور دین میں ثواب سمجھ کر اضافے کا نام بدعت ہے۔ مگر اسی کے ان دونوں بڑے راستوں میں غور کیا جائے تو ان کا سبب بھی حفظ حدود کا اہتمام نہ کرنا ہے، گویا سارا دین حفظ حدود کا نام ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان کا جزو لازم ہے اگر حفظ حدود کا خیال نہ کرتے ہوئے اس میں کمی ہو تو ایمان مکمل نہیں، اگر زیادتی ہو تو معاملہ عیسائیوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہو جائے۔

اسی افراط و تفریط سے بچنے کے لئے کتاب ہذا میں محبت رسول کی ضرورت، حضراتِ صحابہ کرامؓ کے مشق و محبت کے واقعات جمع کئے ہیں جن کے مطالعہ سے گہنی محبت کی نشاندہی ہوتی ہے حضور ﷺ سے گہنی محبت اگر دعویٰ ہے تو اسکی سب سے بڑی دلیل اور علامت اتباع سنت ہے۔ یہی اس کتاب کا مرکزی نکتہ ہے۔ محبت رسول ﷺ کے عنوان سے ہمارے معاشرہ میں جو بدعات رائج ہو چکی ہیں ان کی بھی واضح نشاندہی کی گئی ہے تاکہ سنت کو اپنایا جاسکے اور بدعات سے بچ کر روز قیامت حضور ﷺ کی پہنکار سے بچا جاسکے۔

مستند و جلی کتب کی نشر و اشاعت کے ادارے ”دار الفلاح“ کی تحریک اس تالیف کا سبب بنی اس لئے اسکی اشاعت کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔ اُمید تو یہ ہے کہ ادارہ ہذا کی اس نئی کاوش کو بھی قارئین بخیر نظر حسین دیکھیں گے۔

عشق رسول، غلامی رسول میں موت بھی قبول جیسے فلک شگاف نعرہ لگانے والوں کے لئے بھی یہ کتاب ہدایت کا سبب بن سکتی ہے بشرطیکہ تعصب و عناد اور جھوٹا دیگرے نیست کی عینک اتار کر مطالعہ کیا جائے۔

اللہ پاک ہم سب کو تازیتِ علماء حق اہل سنت و الجماعت سے وابستہ رکھے کہ دین و دنیا کی للاح و نجات اسی میں ہے۔

والسلام

احقر حبیب الرحمن عفی عنہ

محمد المبارک ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

حکومت پاکستان کے قانون کاپی رائٹ کے تحت کتاب ہذا کے تمام حقوق طبع و اشاعت و اقتباس وغیرہ ”دار الفلاح“ کے نام محفوظ ہیں

رجسٹریشن نمبر -----

نام کتاب ----- رسول اللہ ﷺ سے گہنی محبت اور اس کی علامات
مرتب ----- مولانا حبیب الرحمن صاحب: فارغ التحصیل جامعہ خیر المدارس ملتان
تعداد ----- ایک ہزار

ناشر ----- دار الفلاح چوک فوارہ ملتان

ملنے کا پتہ

- ☆ کتب خانہ مجید یہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- ☆ ادارہ تالیفات اشرفیہ نزد چوک فوارہ ملتان
- ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ قاسمیہ لاہور
- ☆ ادارہ اسلامیات لاہور
- ☆ یونیورسٹی بک ایجنسی خیر بازار پشاور
- ☆ کتب خانہ عثمانیہ پشاور
- ☆ قرآن گل کراچی
- ☆ مکتبہ رشید یہ کوئٹہ
- ☆ دارالاشاعت کراچی
- ☆ کتب خانہ مظہری کراچی
- ☆ اقبال بک سنٹر کراچی
- ☆ غزنوی کتب خانہ کوئٹہ
- ☆ مکتبہ ذکر یا ذریہ غازی خان
- ☆ اسلامک بک سنٹر کراچی
- ☆ مکتبہ اسحاقیہ کراچی
- ☆ عشق اکیڈمی
- ☆ کشمیر بک ڈپو فیصل آباد

کلمات اکابر

فقیر العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ ”رسول اللہ ﷺ سے چچی محبت اور اسکی علامات“ جسے عزیز محترم مولوی حبیب الرحمن صاحب سلمہ نے بڑے ذوق و شوق اور محبت و الفت سے تالیف کیا ہے۔
- پییدہ پییدہ مقامات سے دیکھا۔ عشق رسول ﷺ سے لبریز پایا۔ ہر مقام ایسا تھا کہ۔
دامن دل سے کھد کہ جا بجا است
آخر میں محبت رسول ﷺ کے نام پر مروجہ بدعات کا تذکرہ اور اسکی تردید بھی
بڑے سنجیدہ طریق پر کی گئی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو قبولیت عامہ نصیب فرمادیں اور مؤلف سلمہ کے
لئے ذخیرہ آخرت بنا دیں۔ آمین

نفا

طلبکار شفاعت رسالت پناہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
بند و عبد الستار عفا اللہ عنہ و عن والدیہ و مشائخہ اجمعین۔

۳ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

از ولی کامل شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
بندہ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی درج بالا تحریر سے حر
ف بحرف متفق ہے،

زاد اللہ عزوجل فی علم المؤلف زید مجدد و تقواہ۔ آمین

فیض احمد

۶ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

صفحہ نمبر	عنوان
	باب نمبر ①
2	محبت رسول اور اس کے اسباب
2	محبت رسول کے اسباب
2	محبوب رب ذوالجلال
3	حسن و جمال
4	فضل و کمال
5	حضرت محمد ﷺ رحمت ہی رحمت
5	انسانوں کے لئے رحمت
6	جانوروں کے لئے رحمت
6	عورتوں کے لئے رحمت
7	بزرگوں کے لئے رحمت
7	مزدوروں کے لئے رحمت
7	بچوں کے لئے رحمت
7	فرشتوں کے لئے رحمت
8	دشمنوں کے لئے رحمت
8	پتھر اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا
8	پتھر کا آپ ﷺ کو سلام
	باب نمبر ②
9	محبت نبوی ﷺ اور صحابہ کرام
	فصل نمبر 1
9	اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ سے محبت کی ضرورت
10	حلاوت ایمان
11	حضور ﷺ سے محبت کرنے کی اہمیت
12	محبت رسول ﷺ کے بغیر ایمان ناقص
13	اللہ کی طرف سے وعید
	فصل نمبر 2
15	صحابہ کرام اور محبت رسول
15	صحابیت کا مقام
	فصل نمبر 3

صفحہ نمبر	عنوان
16	خلفاء راشدین اور محبت رسول ﷺ
16	حضرت ابوبکر صدیق اور محبت رسول
16	محبت صادق کی پہچان
17	کمال ادب
17	از محبت تلخا شیریں شود
18	صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول پس
19	عشق کا سوز زمانے کو دکھاتا جاؤں
19	عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات
19	عقل انسانی ہے فانی زندہ جاوید عشق
19	عشق اول، عشق آخر
20	حضرت عمر اور محبت رسول ﷺ
21	ہر مسلمان رگ پاہل کے لئے شہر تھا
21	محبوب کے محبوب کو ترجیح
22	حضرت عثمان اور محبت رسول ﷺ
22	ادب پہاقرینہ ہے محبت کے قریبوں میں
22	تو میرا شوق دیکھ، میرا انتظار دیکھ
23	حضرت علی اور محبت رسول ﷺ
23	راہ محبت کی پہلی منزل
24	ذوق و شوق دیکھو دل سپہ قرا کا
	فصل نمبر 4
26	صحابہ کرام کے متفرق واقعات
26	موت ہے بخش جاو داں
27	حضور سے محبت کی انتہا
27	حضرت بلال کی فرحت
28	عمر و بن العاص کے آخری کلمات
28	سب چروں سے محبوب پیو
28	آرزو کے خوش سے نگین بدل کی داستان
29	صحابی کی اطاعت رسولی
30	حضور کی بشارت

82	کیفیت نماز	69	حضرت عائشہ کی دلدادہی	48	سفر ہجرت میں صدیق کا رونا	30	کچھ نہ کچھوں تیرے بعد
83	شہداءیت سنت	70	صحابہ کرام اور اتباع سنت	49	آنحضرت کی تشریف آوری پر انصاری مسرت	30	دیہاتی صحابی کا انداز محبت
	باب نمبر 5	71	اتباع سنت کی اہمیت محمد و آلہ ثانی کی نظر میں	50	جنت میں محرومی پر صحابی کو تشویش	31	حضرت مقداد کا جوش محبت
84	سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی	71	یہ کام سوچنے کا نہیں کرنے کا ہے	51	جنت میں معیت کیلئے رسید کی فرمائش	31	غیب کا حضور کو سلام پہنچانا
84	عجب دربار		باب نمبر 4	52	صدقہ کا رجحان کے بعد یاد کر کے رونا	32	ہم آغوش ہونے کی سعادت
85	فصل نمبر 9: دعویٰ دلیل نہیں	73	اکابر امت اور اتباع سنت	53	فصل نمبر 3: محبت رسول کی دوسری علامت	32	محبت صادق کے لئے نعمت عظمیٰ
85	اتباع مجتبیٰ ہی ہے رضائے مصطفیٰ	73	اکابر امت کے محبت و اتباع رسول کے واقعات	53	جان و مال قربان کرنے کی مکمل استعداد	33	شوق زیارت میں صحابہ کی حالت
86	جیسائیت کا تصور	73	حجت الاسلام مولانا قاسم نانوتوی	53	حضور کو خطرہ لاحق ہونے پر صدیق کا رونا	33	ریشہ ریشہ میں سما جاتا ہے عشق
86	بستر مرگ پر بھی نماز کا اہتمام	74	محبت پہلا قرینہ ہے	54	ابو طلحہ کا خود کو ڈھال بنانا	34	ہم نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں
87	بلند پایہ بزرگ کی زندگی سے ایک واقعہ	74	گلاب سے محبت کی وجہ	54	ابو دجانہ کا رسول اللہ کیلئے ڈھال بننا	34	محبت رسول میں منافق والد کاسر اڑانا
87	محبت کی بلندیاں	75	عشق و محبت کی معراج	55	جاٹا رانصاری کا رجحان کرنا	35	عشق بلند ہوا ہے رسم و نیاز سے
88	عشق جب سکھاتا ہے آداب خدا گاہی	75	کثرت سے درود و سلام	55	سعد بن الربیع کا سلامتی رسول کی فکر کرنا	35	دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہمارے
89	محبت رسول میں صحابہ کی حالت	75	جان جانے پر سنت نہ جائے	56	ابو قتادہ کا رات بھر حضور کے ساتھ چلنا	36	اتباع سنت کے لئے سخت تکلیف اٹھانا
90	کتب عشق کے انداز	76	انبیائے سنت	57	فضل نمبر 3: محبت رسول کی تیسری علامت	37	ابو ایوب کی مہمان نوازی
90	ابو ذر غفاری کی حالت	76	احرام روضہ مبارک	57	ادامہ کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب		فصل نمبر 5
91	تین سو تیرہ غالب کیسے	77	ہمارے اکابر کا فقید الشال عقیدہ	57	انصاری کا رگوں میں کعبۃ اللہ کی طرف پھرنا	38	صحابیات اور محبت رسول کے واقعات
92	ابو الکلام کی داغ بیل	77	حکیم الامت کی اہلیہ اور اتباع سنت	58	فوری تعمیل کیلئے صحابہ کا قریب پر اوڈ اٹنا	38	ہر مصیبت نبی کے بعد آسان ہے
93	لازم ہے ایمان طویل	78	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	60	اعلان حرمت پر شراب کو گلیوں میں بہا دینا	39	صحابہ کا معصوم بچہ کو پیش کرنا
93	فضل نمبر 2: جشن عید	78	مدینے کی ہوا	61	وعید بن کر عورت کا دونوں لٹکن اتار دینا	39	محبت نبوی ﷺ میں جان کا نذرانہ
94	آپ کے شب و روز کا تذکرہ	78	عربی تاریخ سے محبت	61	فصل نمبر 5: محبت رسول کی چوتھی علامت	40	حضور کی محبت و عظمت
94	آپ کی طرف منسوب شخصیات و اشیاء کا تذکرہ	79	بہترین دستور العمل	61	سنت کی تائید و شریعت کا دفاع	40	مجھے نہ کچھ بھیجئے والے کو کچھ
95	سیرت طیبہ بیان کرنے کے دو طریقے	79	اتباع سنت کی وصیت	62	انس بن نضر کا جان قربان کر دینا	42	محبت رسول ﷺ میں خواہش کی قربانی
96	قاروقی اعظم کا آخری لمحات میں بھی اتباع سنت	79	درو و شریف کا التزام	63	صدقہ کا مرتدین کے خلاف جہاد کرنا	43	عشق است ہزار بدگمانی
96	حضور ﷺ کا حقیقی حق	80	حرم نام محمد کالے	65	پرموگ میں چار سو کی موت پر بیعت	43	خواتین کا اتباع سنت
97	عید میلاد النبی کا پس منظر	80	شیخ الہند مولانا محمود الحسن گنگوہی	65	نعمان بن مقرن کی شہادت کے وقت دعا	43	اس امین کا چہرہ میں رونا اور رولانا
98	مروجہ میلاد النبی کا شرعی جائزہ	80	اتباع سنت امر طیبی کے درجے میں	66	جانبین خدا کرنے کی خاطر مسلمانوں کا شہید ہونا		باب نمبر 3
98	برسی منانے کی رسم	81	تائید ایمان	67	فضل نمبر 6: اتباع نبی کریم ﷺ اور ان کی برکات	45	محبت نبوی اور اس کی علامات و برکات
99	کس کس ہستی کا دل منایا جائے	81	یہ تھے عاشق سنت	67	اتباع سنت کی خاصیت	45	فضل نمبر 1: حضور سے محبت کی علامات
100	یوم ولادت کا جشن بدعت و گمراہی	82	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی	68	اتباع سنت کچھ مشکل نہیں	47	فضل نمبر 2: محبت رسول کی پہلی علامات
100	تیسری حیدرین میں کھلی تحریف	82	قیام سنت		صرف ذرا دیکھو گا بدعت لے کر بات ہے	47	دیدار و محبت کی شدید تمنا

باب نمبر ۱

محبت رسول ﷺ
اور اُس کے اسباب

محبت رسول ﷺ کے اسباب

انسانی فطرت دوسروں کے کمالات حسن و جمال وغیرہ سے متاثر ہو کر ان سے محبت کرنے لگ جاتی ہے۔ اللہ پاک نے حضور علیہ السلام کو ہر خوبی علی وجہ الکمال عطا کی۔ اس لئے ہر مومن اپنے پیارے نبی سے بے ساختہ محبت کرتا ہے محبت رسول ﷺ کے اسباب کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ محبوب رب ذوالجلال

حضور علیہ السلام سے محبت کرنے کی پہلی اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے بھی محبوب ہیں۔ قرآن کریم آپ علیہ السلام کے کمال و جمال پر سب سے بڑا گواہ ہے۔ جس طرح قرآن مجید کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں اسی طرح سیرت نبوی ﷺ کے علمی عجائبات کی انتہا نہیں۔

قرآن مجید میں انبیاء کرام سے عہد لینے کا تذکرہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ پہلے فرمایا۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَبَيْنَ نُسُوحٍ وَإِسْرَافِهِمْ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی فرمانے لگے کہ اے اللہ کے محبوب! آپ کی شان کتنی بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انبیاء کرام کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک سب سے پہلے کیا۔

136.	فصل سوم: فضائل درود شریف	101	وفات کے دن خوشی کیسی
139	فصل چہارم: مسائل متعلقہ درود شریف	101	ظلم پر ظلم
140	فصل پنجم: مواقع درود شریف	102	بیت اللہ اور روضہ اطہر کی شیعہ
	باب نمبر 7	102	قیامت اول
142	سنت اور اہل سنت	103	قیامت دوم
142	سنت و بدعت کے متعلق چند امور	105	خلاصہ کلام
142	شریعت کیا ہے		فصل نمبر 3
143	صحابہ نقضہ امین ہیں	106	ایک ضروری تنبیہ
144	بدعت اور اس کی تشریح		باب نمبر 6
146	اقسام بدعت	108	روزمرہ کے مسنون اعمال
146	صاحب بدعت کے لئے وعیدات	108	نہند سے جاگتے وقت کی سنتیں
147	علماء حق کو بدعت سے نفرت کیوں	109	قضاے حاجت کی سنتیں
147	بدعتی کا دین پر حملہ	110	حس کی سنتیں
147	بدعتی کو توبہ سے محرومی	111	وضو اور اس کی سنتیں
148	بدعتی کی حماقت	112	نماز و بیعت کی سنتیں
149	حضور کا طریقہ بدعت لے والوں کیلئے پیکار	115	نماز کی سنتیں
150	بدعت سے دین میں تحریف و تغیر	120	جن کھانوں کے فوائد آپ سے منقول ہیں
151	بدعت کے اسباب و محرکات	120	کھانا کھانے کے متعلق سنتیں
151	پس اسباب جمالت	122	پانی پینے کے متعلق سنتیں
152	دوسرا سبب شیطان کی ترغیب	123	نماز ظہر کی سنتیں
153	تیسرا سبب حب جاہ و شہرت پسندی	124	صلوۃ عصر
154	چوتھا سبب غیر اقوام کی تقلید	124	نماز مغرب
155	سنت و بدعت میں فرق کیلئے اصول	125	نماز عشاء
156	اصل اول	126	رات کے مسنون اعمال
156	اصل دوم	129	لباس کی سنتیں
161	اصل تیسرا	131	بال داڑھی اور مونچھوں کے متعلق سنتیں
162	اصل سوم	131	نوسلوہ کے متعلق سنتیں
163	اصل چہارم	132	متفرق مسنون اعمال
166	چند ضروری فوائد	135	فصل اول: درود شریف پڑھنے کا حکم
169	خلاصہ	136	فصل دوم: تارک درود پڑھنا اور وعید

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَذُفَعَالِكَ ذِكْرُكَ . پس رب کائنات نے آپ کا ذکر اتنا بلند کیا کہ کلمے میں آپ کا تذکرہ کیا۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں لفظ اللہ اور محمد کے درمیان کوئی حرف یا لفظ وغیرہ نہیں ہے۔ مزید برآں لا الہ الا اللہ کے بارہ حروف ہیں تو محمد رسول اللہ کے بھی بارہ حروف ہیں۔ اسی طرح نماز اذان میں بھی آپ کا تذکرہ ہے آج مشرق و مغرب اور شمال تا جنوب کوئی ملک ایسا نہیں جہاں اذان اقامت کے ذریعے آپ کا ذکر مبارک نہ ہوتا ہو۔

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

۲۔ حسن و جمال

کسی سے محبت کا دوسرا سبب محبوب کا حسن و جمال ہوتا ہے۔ خوب صورت شخصیت، خوب صورت چیز یا خوب صورت منظر دیکھ کر انسان کا دل بے اختیار اس کی طرف کھینچ جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا حسن و جمال الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو معیوش نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو ہمارے نبی سب انبیاء کرام میں سے صورت میں سب سے زیادہ حسین اور آواز میں سب سے احسن تھے۔ (شمائل ترمذی)۔

حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے گھیر لیا۔ حضور علیہ السلام نے میرے رخسار پر ہاتھ رکھا تو مجھے شہدک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی کہ جیسے وہ ہاتھ ابھی صابن فروش کے تھیلے سے نکالا گیا ہو۔ حدیث پاک میں آیا ہے اللہ جمیل یحب الجمال (اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند کرتا ہے) جب اللہ تعالیٰ خوب صورتی کو پسند کرتا ہے تو جس ذات کو اس نے اپنا محبوب بنایا اس ذات کو کتنا حسین و جمیل بنایا ہوگا۔

۔ نازاں ہے جس پر حسن وہ حسن رسول ہے

یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی وصول ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں کہا۔ جو کوئی بیکار ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا جو پہچان کر آہستہ آہستہ شیدا ہو جاتا دیکھنے والا ان کی تعریف میں کہا کرتا کہ میں نے ان جیسا نہ پہلے دیکھا نہ سچے دیکھا۔

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں غازیور اور سفر ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! مجھے تیری گود ایک کھلے رحل کی مانند نظر آتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس رحل میں رکھے ہوئے قرآن کی مانند نظر آتا ہے اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تو مجھے ایک قاری کی مانند نظر آتا ہے جو پیشا ہوا اس قرآن کو پڑھ رہا ہے۔

۔ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقان وہی یسین وہی طہ

۳۔ فضل و کمال

کسی سے محبت کرنے کی تیسری وجہ اس کا فضل و کمال ہوتا ہے اللہ پاک قرآن میں آپ کے متعلق فرماتا ہے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ یعنی آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، یعنی تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں اور یہ ایک اصول کی بات ہے کہ جو وصف کسی چیز پر ختم ہوتا ہے وہیں سے شروع بھی ہوتا ہے اگر وہاں ختم نہ ہو تو شروع بھی نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ جیسے بجلی کے قندیلے پورے شہر میں روشن ہیں یہ سب پاور ہاؤس پر جا کر ختم ہوتے ہیں تو پاور ہاؤس کو ہم خاتم البرق کہیں گے کہ اس پر ساری بجلیوں کی انتہا ہے مگر مبداء بھی تو وہی ہے وہاں اگر بجلیاں نہ ہوں تو قندیلوں میں کہاں سے آئیں گی تو جہاں کوئی چیز ختم ہوتی ہے تو شروع بھی وہیں سے ہوتی ہے تو پاور ہاؤس پر اگر بجلیوں کا اختتام ہے تو بجلیوں کا افتتاح بھی وہیں سے ہے جیسے ہم کہیں کہ آدم علیہ السلام سب کے باپ ہیں تو وہ خاتم

الاباء ہیں یعنی باپ ہونا ان پر ختم ہے ان سے آگے کوئی باپ نہیں وہی آخری باپ ہیں تو فاتح الایام بھی تو وہی ہیں اگر وہ باپ نہ بننے تو ہم اور آپ کیسے ہوتے۔

جیسے ہم یوں کہتے ہیں کہ ہم سب موجود ہیں سب میں وجود ہے اور سب کے وجود کی انتہاء ذات حق ہے حق تعالیٰ خاتم الوجود ہیں۔ تو فاتح الوجود بھی ہیں تو جو وصف جس ذات پر ختم ہوتا ہے اسی ذات سے شروع بھی ہوتا ہے تو جب نبوت کے سارے کمالات آپ پر ختم ہیں تو آپ خاتم الکملات ہیں تو فاتح الکملات بھی آپ ہی ہوئے۔ وہاں سے کمالات نہ چلتے تو انبیاء کو کیسے ملتے اولیاء کو کیسے ملتے، اس لئے آپ خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی اس لئے آپ علیہ السلام کے سارے کمالات کی جڑ ایک ہی لفظ ہے اور وہ ہے ختم نبوت اگر کوئی ختم نبوت کا منکر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی ساری خصوصیات کا منکر ہے اس نے دین کی بنیاد ڈھادی تو ساری نبوتوں کے کمالات علمی عملی اخلاقی سب آپ پر آ کر ختم ہو گئے ہیں۔

وہ دلائل سب ختم الرسل موائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا۔

(اقبال)

حضرت محمد ﷺ رحمت ہی رحمت

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب کے بعد آپ کا مخلوقات عالم کے لئے مجسمہ رحمت ہونا بتلایا جاتا ہے تاکہ ایسی حسن شخصیت کے مقام کو پہچان کر اسکی اتباع آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اے پیارے! ہم نے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے آپ ﷺ دنیا کی ہر مخلوق کے لئے رحمت ثابت ہوئے۔ جس کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

انسانوں کے لئے رحمت

آپ ﷺ کی رحمت سے انسانوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا آپ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! میرے بعد میری امت پر کوئی ایسا عذاب نہ آئے کہ ان کی شکلوں کو تبدیل کر دیا جائے اللہ نے دعا قبول فرمائی۔ آج جو ہم اپنی شکلوں پہ زندہ ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کا صدقہ ہے ورنہ پہلی امتوں کی طرح پکڑ ہوتی تو سینکڑوں میں سے

رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اور اسکی علامات

کوئی ایک ہوتا جو اپنی اصلی شکل پر باقی رہتا۔

جانوروں کے لئے رحمت

نبی اکرم ﷺ کی رحمت سے جانوروں نے بھی رحمت پائی ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپ ﷺ کے قدموں میں آیا۔ آپ ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ بے زبان جانوں ہے تمہیں چاہیے کہ اس کے ساتھ نرمی برتو، یہ شکوہ کر رہا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور اسے چارہ تو ڈال دیتے ہو۔ سبحان اللہ، جانور بھی آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنی تکالیف بیان کرتے تھے۔

عورتوں کیلئے رحمت

آپ ﷺ کی رحمت سے عورتوں نے بھی فائدہ اٹھایا۔ آپ سوچیں گے وہ کیسے؟ دیکھیں، حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اس معاشرے میں عورت کی کیا وقعت تھی؟ لوگ اپنے گھر میں بیٹی کی پیدائش کو برا سمجھتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔ باپ بیٹی کو محبت اور پیار کی نظر سے نہیں دیکھا کرتا تھا مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا! جس شخص کے ہاں دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش کرے حتیٰ کہ ان کا نکاح کر دے تو وہ شخص جنت میں میرے ساتھ ایسے ہو گا جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کے پڑھنے کے بعد بھلا کوئی مومن اپنی بیٹی کو حقارت کی نظر سے دیکھ سکتا ہے؟ نہیں بلکہ وہ سمجھے گا کہ میرے لئے تو جنت کا دروازہ کھل گیا۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے بیویوں کے ساتھ نہایت ظلم کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آیات اتر آئیں۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ (اور تم ان سے معروف طریقے سے زندگی گزارو) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ (وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو)۔ ایک آدمی لباس کے بغیر نکلا ہوتا ہے اسی طرح اگر تم از دو اجبی زندگی نہیں گزارو گے تو تمہاری زندگی بھی ہر وقت خطرے میں ہوگی۔

بوڑھوں کیلئے رحمت

آپ ﷺ کی آمد سے بوڑھوں کو بھی عزت ملی اس وقت بوڑھوں کی کوئی عزت نہیں کرتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے کسی ایسے شخص کی عزت کی جس کے ہاں اسلام میں سفید ہو گئے ہوں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنے اللہ تعالیٰ کی عزت کی۔

مزدوروں کیلئے رحمت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہاتھ بہت سخت ہیں۔ وجہ پوچھی تو عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں پہاڑ پر رہتا ہوں، وہاں پر پتھر تو ذکر اپنی زندگی گزارتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اَلْكَاسِبُ حَبِيبُ اللّٰهِ۔ (ہاتھ سے کمانے والا اللہ کا دوست ہے)۔ مزدوروں کو بھی عزت مل گئی۔

بچوں کیلئے رحمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے چھوٹوں کو عزت ملی۔ فرمایا، جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ گویا چھوٹوں نے بھی حضور ﷺ کی رحمت سے حصہ پایا۔

فرشتوں کیلئے رحمت

نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ جبرائیل سے پوچھا جبرائیل! کیا آپ کو بھی میری رحمت سے حصہ ملا؟ عرض کیا جی ہاں۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مجھے اپنے انجام کے بارے میں ڈر لگا رہتا تھا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو آیات اتریں۔ اِنَّا لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ۔ مُطَاعٍ ثَمَّ اٰمِيْنٍ۔ پس مجھے اپنے انجام کے بارے میں تسلی نصیب ہو گئی۔

دشمنوں کیلئے رحمت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپ ﷺ قریش مکہ سے ان کی ایذا رسانیوں کا بدلہ چکا سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں وہی کروں گا جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ لَا تَصْرِبْ عَلٰی نَفْسِکُمْ الْیَوْمَ۔ پس آپ ﷺ دشمنوں کے لئے رحمت ثابت ہوئے۔

جو عامی کو کملی میں اپنی چھپالے جو دشمن کو بھی زخم کھا کر دعا دے اسے اور کیا نام دے گا زمانہ پس نبی اکرم ﷺ کی رحمت اللعالمین ذات سے محبت کرنا ایمان ہے اور آپ کے احکامات کی تعمیل کرنا ہماری پہچان ہو جائے اور اتباع سنت کے مقابلہ میں دنیا کے سیم و زر بچ ہو جائیں

پتھروں کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا

ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس ابو جہل آیا اس کی مٹھی میں کنکریاں تھیں۔ کہنے لگا اگر آپ ﷺ یہ بتا دیں کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ فرمایا تو کنکریوں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ مگر افسوس کہ اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھا اسی لئے وعدے سے مکر گیا۔

پتھر کا آپ ﷺ کو سلام

ایک پتھرا یا تھا کہ جب آپ ﷺ اس کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر سلام کیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے نبوت سے پہلے بھی سلام کرتا تھا اور آج بھی مجھے سلام کرتا ہے۔

یا رب صل وسلم دائماً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

انداز میں بیان فرمائیں ذیل اسی کے متعلق چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

حلاوت ایمان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی اس کو ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔

۱۔ وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں، یعنی جتنی محبت اسکو اللہ اور رسول ﷺ سے ہو اتنی کسی سے نہ ہو۔

۲۔ وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو اور محض اللہ ہی کے لئے محبت ہو یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو۔ محض اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ اللہ والا ہے۔

۳۔ وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچا لیا ہو خواہ پہلے ہی بچا رکھا ہو خواہ کفر سے توبہ کر لی اور بچ گیا اور اس بچا لینے کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں کوئی شخص پورا ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والدین سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ۔ (حوالہ بالا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے اور مجھ سے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) محبت رکھو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے۔ (ترمذی)۔

فائدہ: اسکا یہ مطلب نہیں کہ صرف غذا دینے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات و احسانات جو بے شمار ہیں اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو یہ احسان تو بہت ظاہر ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور تمہاری حالت اس شخص کی سی ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی اور اس پر

باب نمبر ۲

محبت نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

فصل نمبر ۱:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کی ضرورت و اہمیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا جزو لازم ہے۔ قرآن و سنت کی رو سے ضروری ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں حضور ﷺ کی محبت اپنی جان، والدین، اہل و عیال، مال و دولت اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ کی محبت تکمیل ایمان کے لئے شرط ہے۔ جب انسان کے دل میں کسی کی محبت بس جاتی ہے تو اس کے لئے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی فطرت انسانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ پاک نے حضور ﷺ کی شخصیت کا تعارف صرف مطاع (جس کی پیروی کی جائے) ہونے کی حیثیت سے نہیں کرایا بلکہ جا بجا آپ کی عظمت شان بلندی درجات اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ فرمایا تاکہ مطاع کے ساتھ ساتھ آپ کا مرتبہ عند الناس محبوبیت کے درجہ کو پہنچ جائے۔ اس مقام پر پہنچ کر ایک مسلمان کے لئے آپ کی اتباع نہایت آسان ہو جاتی ہے۔ اسی لئے خود نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ارشادات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت پیدا کرنے کے طرق بڑے احسن

رکھا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! یقیناً آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیار نہ ہو جاؤں" عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ کی قسم یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں" نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اے عمر اب بات بنی ہے۔" (صحیح البخاری)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اتم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ پیار نہ ہو جاؤں۔" (صحیح البخاری)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیار نہ ہو جاؤں۔" (صحیح المسلم)

حضور ﷺ سے محبت

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولده ووالده۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔۔۔۔۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنی بیٹے اور باپ سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

تشریح۔۔۔۔۔ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت طبعی اور دوسری محبت عقلی، یہاں حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جس محبت کو ایمان کی شرط بتلایا گیا ہے وہ محبت عقلی ہے حاصل یہ ہے کہ بے شک ایک مومن آدمی اپنے اہل و اقارب سے محبت رکھتا ہے ان کے

پروانے آکر گرنے لگے وہ ان کو ہناتا ہے مگر وہ اس کی نہیں مانتے اور آگ میں جھلنے ہیں اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر آگ سے ہناتا ہوں اور دوزخ میں لے جانے والی چیزوں سے روکتا ہوں اور تم اسی میں گھسے جاتے ہو۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری) فائدہ: دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کو دوزخ سے بچانے کا کتنا اہتمام معلوم ہوتا ہے۔ یہ محبت نہیں تو کیا ہے اگر ہم کو ایسی محبت کرنے والے سے محبت نہ ہو تو افسوس ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ اور لقب حماد تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی میں سزا دی تھی۔ ایک دفعہ پھر لایا گیا اور سزا کا حکم ہو کر سزا دی گئی۔ ایک شخص نے کہا اے اللہ اس پر لعنت کر، کس کثرت سے یہ شراب پیتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو واللہ میرا یہ علم ہے کہ یہ خدا اور رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری) فائدہ: یعنی خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی کتنی قدر فرمائی گئی کہ اتنا بڑا گناہ کرنے پر بھی اس پر لعنت کی اجازت نہیں دی گئی، یہ ہے آپ ﷺ کی شفقت۔ اللهم انی اسئلك حبک وحب من یحبک والعمل الذی یبلغنی حبک اللهم اجعل حبک احب الی من نفسی واهلی ومن الماء البادر۔ (حسن حبیبین)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی اہمیت

جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا جز و لازم ہے۔ قرآن و سنت کی رو سے ضروری ہے کہ ہر شخص کے دل میں جناب نبی کریم ﷺ کی محبت اپنی جان والد، اہل و عیال، مال و دولت اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہو۔ جس کا دل آپ کے ساتھ اس قسم کی محبت سے محروم ہے، وہ عذاب الہی کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر دنیا میں، یا آخرت میں، یا دونوں ہی میں عذاب نازل ہونے کی وعید ہے۔ قرآن و سنت میں اس بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے، اس کا مختصر ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قلم

حقوق پورے کرتا رہتے ان کی ہمدردی و خیر خواہی کرتا لیکن یہ سب کچھ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اور تابع ہو کر اور کہیں بھی ایسا نہ ہو کہ اولاد یا والدین وغیرہ کسی کی رضامندی کے لئے حضور ﷺ کی نافرمانی کرے یا آپ کے حکم کی پروا نہ کرے اگر خدا نخواستہ کسی مسلمان نے ایسا کیا تو پھر اس کا ایمان کامل نہیں ہے اس کی فکر کرے۔

اللہ کی طرف سے وعید

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے لئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ اور ﷺ جہاد سے زیادہ محبت اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں، برادر یوں، مالوں، تجارت یا گھروں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں۔ (قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نَّافَتْهُمُوهَا وَبَطْرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكَنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔ ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول کریم ﷺ اور ان کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم اس بات کا انتظار کرو کہ اس کے گونا گوں عذابوں میں سے تم پر کس قسم کا عذاب نازل ہوتا ہے۔“ (مختصر تفسیر ابن کثیر)۔

امام مجاہد اور امام حسن اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔ حتی یأتی اللہ بامره کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اخری عذاب یا فوری دنیوی عذاب“ علامہ زکریا فرماتے ہیں: ”یہ انتہائی خوف ناک آیت ہے اس سے زیادہ خوف ناک آیت تم اور کوئی نہ پاؤ گے۔ امام

رسول اللہ ﷺ سے چکی محبت اور اسکی علامات
قرطبی کا فرمان ہے: ”یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کریم ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے۔“

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”قیامت کب ہے؟“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟“ اس نے عرض کی: ”اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔“ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہ ہوئی جتنی نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی: ہانک مع من احببت۔ (بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی) سے ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مزید کہا: ”میں اللہ تعالیٰ ان کے رسول ﷺ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ (آخرت میں) انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کئے۔“

امام بخاری اور امام مسلم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے لیکن اس نے اتنے نیک اعمال نہیں کئے جتنے انہوں نے کیے ہیں؟“ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس نے محبت کی۔“ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی۔ (الموء مع من احب) سے مراد یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت کی اسی کے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اللہ اکبر! نبی کریم ﷺ سے محبت کا ثمرہ اور اجر کس قدر عظیم اور شان دار ہے اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت اور اس کا ثمرہ ہمارے نصیب میں فرما۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

فصل نمبر ۲:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محبت رسول ﷺ

”صحابیت“ کا مقام

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تاج تابعین میں سے ہیں مشہور بزرگ فقیہ محدث گزرے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے عجیب سوال کیا۔ سوال یہ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں؟ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ افضل ہیں؟ سوال کرنے والے نے یہ سوال اس طرح ترتیب دیا کہ صحابہ کرام میں سے ان صحابی کا انتخاب کیا جن کے بارے میں لوگوں نے طرح طرح کی مختلف باتیں مشہور کر رکھی ہیں اور اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو اس لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی، اس عقیدے پر تقریباً ساری امت متفق ہے بہر حال صحابہ کرام میں سے تو ان صحابی کو لیا جن کی شخصیت متنازع فیہ رہی ہے اور دوسری طرف سوال میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا جن کو عدل و انصاف اور تقویٰ و طہارت وغیرہ میں ”عمر ثانی“ کہا جاتا ہے۔

اور یہ دوسری صدی ہجری کے مجدد ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا بہر حال حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ بھائی! تم یہ پوچھ رہے ہو کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں؟ ارے! حضرت معاویہ تو درکنار حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے جو مٹی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ناک میں گئی تھی وہ مٹی بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ”صحابیت“ کا جو مقام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا ساری زندگی انسان کو شش کرنا رہے تب بھی ”صحابیت“ کا وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔

(البدایہ والنہایہ جلد اول)۔

فصل نمبر ۳:

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور محبت رسول ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے وہ خوش نصیب حضرات ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کا دیدار کیا اور ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی صحبت پائی۔ درحقیقت یہ عشاق کی ایک جماعت تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے چنا کہ وہ محبوب کی ادائیں اپنائیں اور اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر کے بعد والوں تک پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو آخری شریعت اپنے محبوب ﷺ پر نازل فرمائی بعد میں آنے والے حالات کسی کو یہ کہنے کا موقع دے سکتے تھے کہ یہ شریعت صرف اسی خیر القرون کے لئے مخصوص تھی اب ماورن زمانہ ہے۔ تو اللہ پاک نے حضرات صحابہ کرام کی یہ جماعت تشکیل فرما کر قیامت تک کے لئے ایسے معترضین کا جواب مہیا فرمادیا کہ زمانہ کیسا بھی ہو حالات و واقعات کیسے ہی دلخراش کیوں نہ ہو شریعت محمدی قیامت تک کے لئے رائج العمل ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات محبت رسول کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں شیخ رسالت کے ان پروانوں میں سے سب سے پہلے حضرات خلفاء راشدین کی مبارک زندگی میں سے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور محبت رسول ﷺ

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس امت کے سرخیل اور محبت رسول ﷺ میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابو بکر تھی آپ کی چار پشتیں صحابی بنیں۔ رنگ سرخ و سفید اور بدن و بلا پتلا تھا آپ نے حضور علیہ السلام سے کمالات نبوت سب سے زیادہ حاصل کئے قرآن مجید میں آپ کے بارہ میں ثانی الثین اور لصاحبہ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

محبت صادق کی پسند

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

حبیب الی من دنیا کم لث . الطیب والنساء جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ
”تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ خوشبو، نیک بیوی اور میری آنکھوں
کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔“

وفاؤں کے بادشاہ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر تڑپ اٹھے اور عرض کیا اے اللہ کے
محبوب ﷺ! مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔

النظر الی وجہک . انفاق مالی علی امرک . وان تكون بنتی فی بیتک .
آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھنا آپ ﷺ کے حکم پر مال خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی
آپ ﷺ کے نکاح میں ہے

ان تینوں چیزوں کا مرکز و محور دیکھا جائے تو آقائے نامہ ﷺ کی ذات بابرکات بنتی ہے۔
یہی تو عاشق صادق کی پہچان ہوتی ہے کہ اس کا سب کچھ اپنے محبوب پر قربان ہوتا ہے۔

کمال ادب

حضرت ابو بکرؓ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے جب
فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو
میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے
، لینے والے کا نیچے ہوتا ہے۔ میں اپنے آقا ﷺ کی اتنی بے ادبی نہیں کرنا چاہتا اس لئے
رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! میرے محبوب ﷺ کے دل میں
یہ بات ڈال دے کہ وہ ابو بکرؓ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں چنانچہ دعا قبول
ہوئی۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابو بکرؓ کے مال کو اپنے مال کی طرح
خرچ کرتے تھے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ”ان
من امن الناس علی فی صحبته وماله ابو بکرؓ“ بے شک لوگوں میں سب سے بڑا محسن
خدمت اور مال کے اعتبار سے ابو بکرؓ ہے۔

از محبت تلخ ہا شیریں شود

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ابو بکرؓ کو پچھلے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا،
ابو بکرؓ! تم پر ایک وقت خوشحالی کا تھا اب تمہیں دین کی وجہ سے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑ رہی

ہیں۔ ابو بکرؓ تڑپ کر بولے۔

اما لو عشت عمر الدنيا واعذب به جميعا اشد العذاب لا يفرجنی فرج الملح .
اگر ساری زندگی اسی مشقت میں گزار دوں اور شدید عذاب میں مبتلا رہوں حتیٰ کہ
ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بھی نہ لگے اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کی معیت کے بدلے یہ سب
کچھ برداشت کرنا میرے لئے آسان ہے

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا
، میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا آج میں ابو بکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا، چنانچہ
میں نے آدھا مال صدقہ کیا، نبی علیہ السلام نے پوچھا اہل خانہ کے لئے کیا چھوڑا؟ میں
نے عرض کیا، مثلاً (اسکے برابر)۔ اتنے میں ابو بکرؓ بھی اپنا مال لیکر آئے۔ نبی علیہ السلام
نے پوچھا ”ما ابقیت لاهلک قال ابقیت لہم اللہ ورسولہ“ (اہل خانہ کے لئے کیا
چھوڑا؟ عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑا کر آیا ہوں) یہ سن کر حضرت عمرؓ
نے کہا ”لا اسبقک فی شئی اہلدا“ (میں تمہارے ساتھ کسی چیز میں مقابلہ نہ کروں
گا)۔ علامہ اقبال نے اس واقعے کو عجیب انداز میں پیش کیا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس کا چشم جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور ﷺ چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مرد و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پردانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

عشق کا سوز زمانے کو دکھاتا جاؤں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عشق رسول ﷺ میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ ان کو اپنے محبوب ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی۔ چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات دی تو حضرت ابو بکرؓ نے ایک زوردار تھپڑ سید کیا۔

عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات

ایک مرتبہ ابو جہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابو بکرؓ کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا "تو دفع ہو جا اور جا کر لات و منات کی شرمگاہ کو چاٹ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق اچھے برے انجام کا نہیں سوچتا۔

عقل انسانی ہے فانی زندہ جاوید عشق

جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمایا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل وین اسلام سے پھر گئے۔ سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کر لی۔ اکثر صحابہؓ کی رائے تھی کہ لشکر اسلام کو واپس بلا لیا جائے جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے کے لئے روانہ کر چکے تھے لیکن ابو بکرؓ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ابو بکرؓ سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جس کو اللہ کے محبوب ﷺ نے آگے بھیجا ہے۔ میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤں گا اگرچہ مجھے یقین ہو کہ کتے میری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے" عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی۔ سازشیں خود بخود ختم ہو گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے سیاسی حالات کا رخ بدل گیا۔ عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

عشق اول، عشق آخر

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن و دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو، زندگی میں تو

مشابہت تھی ہی سہی فوت ہونے میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر
تھے جو صدیق اکبرؓ بلکہ عاشق اکبرؓ

حضرت ابو بکرؓ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو روضہ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کر دینا ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا۔ چنانچہ جب آپؓ کا جنازہ دروازہ پر رکھا گیا تو "انشق القفل وانفتح الباب" (نالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا) اور ایک آواز صحابہؓ نے سنی کہا ادخلوا الحبيب الى الحبيب (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ)۔ (شواہد النبوة)

جان ہی دے دی جگر نے آپؓ پائے پار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آئی گیا
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پاگئے
عقل، غیاب و جستجو عشق حضور واضطراب۔

(بقول)

حضرت عمرؓ اور محبت رسول ﷺ

حضرت عمرؓ بہت صاف اور سنجیدہ مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے جب ایمان قبول کر لیا تو بیت اللہ شریف کے قریب جا کر اعلان کیا اے قریش مکہ! مسلمان برسر عام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے وہ عمرؓ کے مقابلے میں آئے۔ آپؓ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں جب نبی اکرم ﷺ نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی ﷺ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں پھر ساری زندگی اسی پر جتے رہے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

ہر مسلمان رگ باطل کے لئے نشتر تھا

نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا مقدمہ پیش ہوا۔ یہودی چونکہ حق پر تھا لہذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ منافق نے سوچا کہ حضرت عمرؓ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروالیں۔ جب حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے، آپ اپنے گھر سے نکواری لائے اور منافق کی گردن اڑادی پھر کہا جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا عمرؓ اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص 88)

محبوب کے محبوب کو ترجیح

حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا ابن عمرؓ نے پوچھا کہ آپؓ نے اسامہؓ کو ترجیح کیوں دی؟ وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہؓ تمہاری نسبت نبی ﷺ کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہؓ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارا تھا۔ پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔

(ترمذی، کتاب الناقب زید بن حارثہ)

اکبا دنا مجروحہ

اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے آپؓ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی، جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی اکرم ﷺ کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے۔ حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں سے آنسو آگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ بوڑھی عورت نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی، امیر المومنین! آپ رات کے وقت میرے دروازے پر کیسے آئے؟ آپؓ نے فرمایا ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے۔

علی محمد صلوة الابرار
صلی علیہ الطیبون الاخیار
قد کان قواما بکی بالاسحار
بالبیت شعری والمنایا طوار
هل تجمععی وحیی الدار

(حضرت محمد ﷺ پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے موت تو آتی ہی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوب ﷺ کا وصل نصیب ہوگا)۔
حضرت عمرؓ ہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

حضرت عثمانؓ اور محبت رسول ﷺ

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنیؓ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ جب صحابہ کرامؓ کو پتہ چلا تو بہت غمگین ہوئے۔ بعض نے کہا کہ عثمانؓ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر کے آئیں گے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمانؓ میرے بغیر طواف نہیں کرے گا۔ حضرت عثمانؓ واپس آئے تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ کیا آپؓ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم قریش مجھے طواف کرنے کے لئے اصرار کرتے رہے اگر میں وہاں ایک سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

جہاں ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے نبی علیہ السلام کو اپنے گھر کھانے کے لئے مدعو کیا۔ جب نبی علیہ السلام حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ حضرت عثمانؓ کے گھر کی طرف چلے تو

حضرت عثمانؓ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے۔ صحابہ کرام نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے اس کی ہر دریافت کی۔ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے کہ میری خوشی کی اہمیا نہیں میں نے نیت کی تھی کہ آپ ﷺ جتنے قدم اچھے گھر سے چلے یہاں آئیں گے میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کروں گا۔ (جامع التجرات)

فطرت او آتش اندوز و عشق

عالم افروزی بیاز و عشق

حضرت علیؓ اور محبت رسول ﷺ

راہ محبت کی پہلی منزل

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جب یہ بھوک کی شدت سے بیتاب ہو گئے تو کچھ کام کی تلاش میں نکلے۔ یہ ایک باغ کی بیوہ مالکن کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ ”میں ایک غریب مزدور ہوں کیا تم اپنا باغ میرا بھوکا چاہتی ہو؟ جو معاوضہ تم مجھے دو گی وہ قبول ہوگا۔“

اس نے کہا ہاں! مجھے اپنے باغ میں ایک پانی دینے والے کی ضرورت ہے۔“ حضرت علیؓ تمام رات اس باغ کو پانی دیتے رہے جب فجر کا وقت ہوا تو آپ نے کام بند کر دیا اس عورت نے آپ کو کچھ بھجوریں رات بھر کی اجرت کے سلسلے میں پیش کیں۔ آپ نے انہیں قبول کر لیا۔ بھوک کی شدت سے کلیجہ منہ کو آ رہا تھا چاہا کہ تھوڑی بھجوریں کھا کر پانی پی لیں لیکن فوز ایہ خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اکثر بھوکے رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ فاقہ سے ہوں اور میں اپنی بھوک کو تسکین دوں چونکہ ان کی نظر میں اعمال کا محور حکم نہیں بلکہ محبت رسول ﷺ تھا اس لئے فوراً بھجوریں کھانے سے ہاتھ روک لیا اپنی ہر چیز کو محبوب کی راہ میں قربان کرنا ہی محبت کا مقصود زندگی ہوتا ہے بلکہ یہ تو راہ محبت کی پہلی منزل ہے۔

غرض حضرت علیؓ بھجوروں کی پوٹلی بغل میں دبائے اس غرض سے مسجد نبوی کی

رسول اللہ ﷺ سے بچی محبت اور اسکی علامات

طرف روانہ ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر یہ بھجوریں کھائیں گے اور اپنی بھوک کو تسلی دیں گے رسول اللہ ﷺ ابھی حجرے سے باہر تشریف نہیں لائے تھے اس لئے حضرت علیؓ مسجد کے ایک گوشہ میں فرش خاک پر دراز ہو گئے تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ اللہ کا وہ شیر ننگے بدن زمین پر پڑا سو رہا ہے خاک جسم پر لپٹی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اجلس یا ابنا تراب“ یعنی اے مٹی کے مالک اٹھ۔“ حضرت علیؓ نے اٹھ کر بھجوروں کا نذرانہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔

(شرح اسرار خودی یوسف سلیم چشتی ص ۷۷)

ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا

حضرت علیؓ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ”میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ ﷺ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی وحی آسمانی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ ﷺ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا تو ہم آپ ﷺ پر آنسو بہاتے تا ہم درد و درمان اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا۔“

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری

ہے ابھی محفل ہستی کو ضرورت تیری

جب رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تو اس وقت آپ کے پاس کفار کی امانتیں رکھی ہوئی تھیں، جو آپ ﷺ کو قتل کرنے پر آمادہ تھے۔ آپ ﷺ نے جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو لے کر مدینہ کو روانگی کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ چادر اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سو جائیں صبح ہونے پر تمام لوگوں کی امانتیں تقسیم کر دیں۔ جب تمام امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچ جائیں تو مدینہ کا سفر اختیار کریں۔

حضرت علیؓ جب صبح کو اٹھے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نکل جانے پر کفار کے قصد کو دیکھا کفار نے یہ اعلان کر دیا کہ جو بھی محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ پیش کرے گا اس کو سوراخ آوند النعام میں دیئے جائیں گے۔ کئی لوگ آپ کے تعاقب میں نکل کھڑے

چاہتیں جارہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود ان کی طرف بڑھنا چاہا تو حضرت علیؓ دوڑ کر آپ سے لپٹ گئے آپ ﷺ نے ان کی حالت دیکھ کر فرمایا "علیؓ! یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے میرے سوجھے ہوئے ہیں رنگ جھلس کر سیاہ ہو گیا ہے کمزوری سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا ہوں پر خشکی کی پر تیں جی ہوئی ہیں تم سے تو بولا تک نہیں جا رہا۔" عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ بارہ دن سے لگا تا سفر کر رہا ہوں رات کو سفر کرتا تھا اور دوپہر کو ریت کے ٹیلوں کی آڑ میں چھپا رہتا تھا چلتے چلتے جب آپ ﷺ کا خیال آتا تھا تو بھانگنا شروع کر دیتا تھا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "علیؓ! کاش تم چند دن مکہ میں اور ٹھہرتے اور اطمینان سے سواری کا انتظام کر کے آتے" عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں نے سوچا مگر مجھ سے مہر نہ ہو سکا میں ایک لمحہ بھی آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہ کر سکا۔"

(تاریخ اسلام، تاریخ الخلفاء)

فصل نمبر ۴:

صحابہ کرامؓ اور محبت رسول ﷺ کے متفرق واقعات

موت کیا ہے فقط عالم معنی کا سفر

حضرت انس بن نصرؓ جنگ احد میں لڑتے لڑتے بہت آگے نکل گئے جب ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو مسلمانوں کو پریشانی کے عالم میں پایا۔ پوچھا کیا ہوا؟ جواب ملا کہ جن کے لئے لڑتے تھے وہ ہی نہ رہے تو اب کیا کریں، ہم نے سنا ہے کہ نبی علیہ السلام شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نصرؓ یہ سن کر تپ اٹھے اور فرمایا کہ لوگو ہم نبی علیہ السلام کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے چنانچہ آگے بڑھے اور لڑ کر شہادت پائی۔ جب ان کی لاش دیکھی گئی تو تموار اور نیزے کے 80 ذم تھے۔ کوئی شخص نہ پہچان سکا ان کی بہن نے انگلیوں سے ان کی شناخت کی۔ (بخاری غزوہ احد 578)

موت ہے عیش جاوداں

جنگ احد میں جب کفار نے نبی علیہ السلام پر حملے کی پر زور کوشش کی تو چند

ہوئے قریش کا ایک بڑا قافلہ غار ثور تک جا پہنچا حضرت علیؓ کیجے پر پتھر رکھے اپنے صبر و شہادت کے متعلق ان سازشوں کو دیکھ اور سن رہے تھے اس سے ان کی بے چینی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلدی تمام امانتیں ان کے مالکوں کو پہنچائیں اور مدینہ کی روانگی کا ارادہ کیا سواری کا کوئی انتظام نہیں تھا نہ تو وہ کسی پر اپنا مدینہ روانگی کا ارادہ ظاہر کر سکتے تھے اور نہ مکہ میں ان کا کوئی مخلص و مددگار پہنچا تھا اب ایک طرف مدینہ کا پانچ سو کلومیٹر کا دشوار گزار راستہ تھا جن میں دشوار گزار پہاڑ ہیں، ریت کے صحرا پھرتے نیلے تھے جن کو اڑا کر ہوا جگہ جگہ منتقل کرتی رہتی ہے، زہر آلودہ گرم ہوا، جنگلی جانور، گرمی، پیاس، نہ جانے کتنے ایسے خدشات جو زندگی کو ایک لمحہ میں کر دیں دوسری طرف اپنے محبوب کی پیاری زندگی ان کے خیریت سے پہنچ جانے کی تھی۔ ان سے جدا ہو جانے کی تڑپ تھی جس نے بچپن سے ایک لمحہ بھی آپ ﷺ سے الگ نہیں گزارا تھا اب کئی دن سے اس پر نور چہرے کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئیں تھیں اب وہ خوف اور شوق کے دورا ہے پر کھڑے تھے۔

خوف کہتا ہے کہ "میرب کی طرف تنہا نہ چل"

شوق کہتا ہے کہ "تو مسلم ہے بیباک نہ چل"

(اقبال)

غرض ان کا شوق و اشتیاق خوف و احتیاط کے جذبہ پر غالب آ گیا اور وہ تنہا مدینہ کی طرف چل پڑے، بس ایک برہنہ تلوار ان کی ساتھی و مددگار تھی۔ ابھی رسول اللہ ﷺ کا قافلہ مدینہ پہنچا بھی نہیں کہ حضرت علیؓ جا پہنچے۔ یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مکہ سے بے یار و مددگار اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہنے والے نبی ﷺ جب مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو ان کا شاندار استقبال ہو رہا تھا اسلام کے متوالے خوشی سے جموم رہے تھے۔ نوجوان لڑکیاں دف بجا بجا کر نعت پڑھ رہی تھیں کہ ان پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔

لوگوں نے حضرت علیؓ کو پہنچے دیکھا تو خوشی اور دوبالا ہو گئی۔ حضرت علیؓ سے

نوجوان صحابہؓ پیسے پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ گئے ان میں اکثر نے جام شہادت نوش کیا۔ ایک صحابیؓ کو دشمنوں سے چور حالت میں دیکھا گیا، کسی نے پوچھا کہ آپؐ کو کیا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ آخری لمحے میں اپنے محبوب ﷺ کو دیکھنا چاہتا ہوں وہ کو اٹھا کر نبی علیہ السلام کے پاس لئے آئے انہوں نے جب چہرہ انور کو دیکھا تو آخر ہنگامی اور جان جان آفریں کے پردہ کو دی۔ (مسلم غزوہ احد)۔

کل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
اسی مضمون کو کسی دوسرے شاعر نے دوسرے انداز سے باندھا ہے
تیرے قدموں میں سر ہو اور تار زندگی ٹوٹے
یہی انجام الفت ہے یہی مرنے کا حاصل ہے
اسی مضمون کو ایک شاعر نے تیسرے انداز سے باندھا ہے
تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا
حضور سے محبت کی انتہا

فتح مکہ سے پہلے حضرت زیدؓ دشمنان اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ان سفیانؓ نے ان سے پوچھا کہ اسے زیدؓ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ بتا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس ہوتے اور تمہاری جگہ تمہارے پیغمبر اسلام ہوتے؟ حضرت زیدؓ نے تڑپ کر کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں رہوں اور میرے آقا و سردار کو کاٹنا چھوے۔ یہ سن کر ان سفیانؓ نے کہا کہ میں نے کہیں نہیں دیکھا کہ کسی سے اتنی محبت کی جاتی ہو جتنا کہ مسلمان اپنے رسول ﷺ سے کرتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت بلالؓ کی فرحت

حضرت بلالؓ کا وقت وفات قریب آیا تو بیوی نے کہا۔ و احزنناہ (ہائے غم) آپ نے فرمایا۔ والفرحناہ خدا نلقی محمدًا واصحابہ (واہ خوشی کہ کل ہم محمد ﷺ

اور ان کے اصحابؓ سے ملیں گے) اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کس طرح دیوانہ وار نبی علیہ السلام سے محبت کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

عمر و بن عاصؓ کے آخری کلمات

حضرت عمر و بن العاصؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے کو فرمایا، کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں سے زیادہ جلالت و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ (بخاری شریف)

سب چہروں سے محبوب چہرہ

اہل یمامہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اثال نے ایمان لا کر کہا، یا رسول اللہ! میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آج سے پہلے روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا مگر آج وہی چہرہ مجھے روئے زمین کے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف۔ باب وفد بنی ضیفہ)

آرزو کے خون سے رنگین ہے دل کی داستان

حضرت ابوسلمہؓ (عبداللہ بن عبدالاسد) اور ان کی بیوی ام سلمہ نے بہت شروع ہی میں ایمان قبول کر لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ جب انہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھ اپنی بیوی اور بچے سلمہ کو بھی لے لیا، پیاری بیوی اور نور نظر سلمہ، کو ایک اونٹ پر سوار کر کے خود ساتھ ساتھ چلے کسی طرح ان کے سرال والوں کو پتہ چل گیا کہ عبداللہؓ ان کی لڑکی کو لے کر ہجرت کر رہے ہیں ان کے سرالی قبیلہ بنو مغیرہ نے انہیں گھیر لیا اور کہا، تم ہمارے قبیلہ کی لڑکی کو مدینہ نہیں لے جا سکتے یہ ہماری امانت ہے، یہ کہہ کر انہوں نے ام سلمہ گوان سے الگ کر لیا۔

ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ خود ابوسلمہ کے قبیلہ بنو عبدالاسد کو بھی پتہ چل گیا وہ بھاگتے ہوئے آئے اور اس چھوٹے بچے کو چھین لیا، یہ بچہ ہمارے قبیلے کی امانت ہے

اس کو تم نہیں لے جاسکتے۔“ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا بہت صدمہ ہوا کہ بیوی اور پیارا بچہ دونوں چھین لئے گئے لیکن وہ ان سے بھی زیادہ پیاری ذات ﷺ کے پاس جا رہے تھے اس لئے سینہ پر صبر کا پتھر رکھ کر مدینہ کو روانہ ہو گئے اور اپنے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خان جلد اول)

آرزو کے خون سے رنگیں ہے دل کی داستاں

صحابی کی اطاعت رسول

حضرت عبداللہ بن رواحہ رسول ﷺ کے منہ سے نکلنے والی ہر بات پر پورا عمل کرنے کو ایمان کا لازمی جزو خیال کرتے تھے۔ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کوئی بات ایسی نہ چھوٹ جائے جس کا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ملا ہو۔ آپ ﷺ کا ہر حکم ان کے لئے فرض کا درجہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ رسول ﷺ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے جس وقت عبداللہ بن رواحہ صحن مسجد میں داخل ہونے والے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز سنائی پڑی کہ ”سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں۔“ اس آواز کو سنتے ہی عبداللہ بن رواحہ فوراً وہاں راستے ہی میں بیٹھ گئے۔

خطبہ ختم ہونے پر لوگوں نے سب دعا کی کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کو بتایا آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں عبداللہ بن رواحہ ایسے ہی ہیں۔ اللہ ان کی حرص کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں زیادہ کرے۔“

(اصابہ حافظ ابن حجر جلد ۳ ص ۶۶)

در اطاعت کوش اے غفلت شعار
می شود از جبر پیدا اختیار
ناکس از فرمان پذیری کس شود
آتش از باشد ز طغیاں خس شود
(اقبال)

”یعنی اے غفلت شعار تو اللہ اور رسول ﷺ کا کامل طور پر اطاعت شعار بن جا اس لئے کہ اختیار جبر سے پیدا ہوتا ہے۔ دل و جان سے اطاعت و فرمان برداری کرنے والے ناچیز سے بڑی چیز بن گئے اور تند و سرکش شعلے خاک کا ڈھیر ہو گئے۔“ (اسرار خودی)

حضور کی بشارت

جب نبی علیہ السلام غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو ایک صحابی حضرت عبداللہ بن خثیمہ اپنے کاموں اور مصروفیات کی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ ان کی دو خوب صورت اور حسین و جمیل بیویاں تھیں۔ انہوں نے دوپہر کے کھانے بنائے اور کمرے کو خوشبو سے معطر کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے جو نبی کھانوں کو دیکھا تو فرمایا سبحان اللہ، اللہ کے محبوب تو شدید گرمی میں جہاد کے لئے جاتے ہیں اور عبداللہ بیویوں کے ساتھ بیٹھ کر لذت کھانے کھا تا رہے۔ اللہ کی قسم! جب تک میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں نہیں پہنچوں گا ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر اونٹ پر سوار ہوئے اور تبوک کی طرف چل دیئے جب قافلے کے قریب پہنچے تو نبی علیہ السلام نے دور سے دیکھ کر فرمایا عبداللہ بن خثیمہ ہوگا۔ چنانچہ جب آپ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”ابن خثیمہ کیا ہی اچھی بات ہے تم فانی لذتوں کو چھوڑ کر رضائے الہی کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔“

کچھ نہ دیکھوں تیرے بعد

حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ کبھی کبھی مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کی خبر سنی تو اس قدر غمزہ ہوئے کہ اپنے نایاب ہونے کی دعا مانگی جو قبول ہو گئی لوگوں نے پوچھا، ایسا کیوں کیا؟ فرمایا ”میری آنکھوں کی چٹائی اس لئے تھی کہ میں نبی ﷺ کا دیدار کروں جب محبوب نے پردہ کر لیا تو چٹائی کی کیا ضرورت ہے۔ (شواہد النبوة ص ۱۷۹)

دیہاتی صحابی کا انداز محبت

حضرت زاہرؓ ایک دیہاتی صحابی تھے۔ اپنی سبزیاں شہر میں لاکر بیچتے تھے۔ نبی علیہ السلام فرماتے کہ یہ ہمارے دیہاتی دوست ہیں ایک دن حضرت زاہرؓ بازار میں کھڑے سبزی بیچ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے پیچھے سے آکر ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے؟ حضرت زاہرؓ جب یہ پتا چلا کہ نبی ﷺ یہ

دار کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت خبیثؓ نے کہا، اے اللہ! ہم نے تو اپنے محبوب ﷺ کے فرمان پر عمل کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں جو میرا پیغام ان تک پہنچا دے تو قادر مطلق ہے ایک غلام کا عاجزانہ سلام ان تک پہنچا دے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آثار وحی ظاہر ہوئے اور نبی ﷺ نے فرمایا: **وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ**۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کی مبارک آنکھوں میں آنسو بھرا آئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خبیثؓ کا سلام مجھ تک پہنچا دیا۔ (شواہد النبوة ص 138)

ہم آغوش ہونے کی سعادت

حضرت اسید بن حضریؓ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے ایک روز نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کا مجھ پر حق ہو وہ لے سکتا ہے حضرت اسید بن حضریؓ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! میرا حق ہے، ایک مرتبہ جہاد کی صف بنا کر کھڑے تھے، آپ صغیریں درست کروارہے تھے، آپ ﷺ نے اپنی چٹری سے مجھے پیچھے ہٹایا تو مجھے اس کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا تم بھی بدلہ سے سکتے ہو۔ وہ کہنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! اس وقت میرے بدن پر قمیض نہ تھی۔ نبی علیہ السلام نے بھی کپڑا ہٹا دیا۔ حضرت اسیدؓ نے بدلہ لینے کی بجائے آگے بڑھ کر پہلے مہربان ہو کر چوم پھر نبی علیہ السلام کے سینہ انور سے لپٹ گئے پھر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کب سے طبیعت چل رہی تھی اس کام کیلئے مگر موقع نہ ملتا تھا۔ آج میرے بخت جاگے کہ محبوب سے ہم آغوش ہونے کی سعادت ملی۔ (ابوداؤد)

محبت صادق کے لئے نعمت عظمیٰ

ایک مرتبہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں عبد اللہ بن عباسؓ نبی علیہ السلام کے دائیں طرف بیٹھے تھے حضرت میمونہؓ دودھ لائیں تو نبی علیہ السلام نے نوش فرمایا اور بچے ہوئے دودھ کے بارے میں عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ حق تو تمہارا ہی ہے لیکن ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو۔ عبد اللہ بن عباسؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں آپ کا بچا ہوا دودھ کسی کو نہیں دے سکتا۔ یعنی عاشق صادق کے لئے تو یہ نعمت عظمیٰ تھی۔ (ترمذی)

فرما رہے ہیں تو کہا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھ جیسے کم قیمت کو کون خریدے گا؟ یہ کہہ کر اپنی کمر بنی علیہ السلام کے سینہ مبارک سے چپکا دی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا، آپ اللہ کے نزدیک بہت بیش قیمت ہیں۔ (شائل ترمذی)

اہل وفا کا شیوہ

غزوہ بدر میں جب نبی علیہ السلام نے کفار کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ کو طلب کیا تو حضرت مقدادؓ بولے ہم وہ نہیں جو حضرت موسیٰؑ کی قوم کی طرح کہہ دیں "تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ اور لڑو" بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں سے، بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ جاٹا رائے فقرے سنے تو خوشی کی زیادتی سے چہرہ مبارک چمک اٹھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

سبحان اللہ یہ شیوہ نہیں ہے باوفاؤں کا
بیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا
نبی ﷺ کا حکم ہو تو کود جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو نحو کر دیں نعرہ اللہ اکبر میں

خبیبؓ کا حضور ﷺ کو سلام پہنچانا

حضرت خبیثؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے بالآخر مشرکین مکہ نے انہیں سولی پر چڑھانے کا فیصلہ کیا۔ حجر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہوئی کہتی ہے کہ ہم نے خبیثؓ کو انگور کا بڑا خوشہ کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ مکہ میں اس وقت انگور کا موسم ہی نہیں تھا۔ جب حضرت خبیثؓ کو حرم سے باہر لایا گیا تو پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش۔ فرمایا اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعت نماز پڑھ سکوں چنانچہ انہوں نے بڑے سکون سے دو رکعت پڑھیں اور فرمایا پھر ان کو تختہ دار کی طرف لے جایا گیا۔

جس دھج سے کوئی متقل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

یہ جان تو آئی جانی ہے اس جاں کی کوئی بات نہیں

جب حضرت خبیثؓ کو تختہ دار پر کھڑا کیا گیا تو مشرکین مکہ نے ان کا مذاق اڑایا۔ حضرت خبیثؓ نے ان کے لئے بد دعا کر دی۔ چنانچہ وہ تمام لوگ ایک سال کے اندر مر گئے تختہ

شوق زیارت میں صحابہ کی حالت

بعض صحابہ کرامؓ نے یہ قسم اٹھا رکھی تھی کہ جب ہم صبح اٹھیں گے تو سب سے پہلے نبی علیہ السلام کا دیدار کریں گے۔ چنانچہ وہ نبی علیہ السلام کے حجرہ کے باہر بیٹھ کر انتظار کرتے جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو آپ ﷺ کا دیدار کرنے کے لئے آنکھیں کھولتے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان حضرات نے اپنی قسموں کو کیسے پورا کیا ہوگا۔ بعض حضرات رات کے وقت گھر سوئے ہوئے ہوتے آنکھ کھل جاتی تو نبی علیہ السلام کے خیال مبارک سے دل اداس ہو جاتا۔ گھر سے باہر آ کر نبی ﷺ کے حجرات کی زیارت کرتے رہتے گھنٹوں بیٹھے دیکھتے رہتے کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں میرا محبوب ﷺ سویا ہوا ہے۔

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق

ہجرت کے بعد مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حاصل ہوا۔ آپؓ نے میزبانی کا مکمل حق ادا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چھ مہینے تک ان کے گھر میں قیام فرمایا احترام نبوت کا یہ حال تھا کہ پہلے دن جب یہ بالا خانے پر رہے اور رسول اللہ ﷺ نیچے کی منزل پر تو ان دونوں میاں بیوی کو اس احساس سے نیند نہیں آئی کہ ہم لوگ تو اوپر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ذات نیچے، رات بھر دونوں ایک کونے میں اکٹھے بیٹھے رہے۔ عشق و عقیدت کا یہ خیال تھا کہ آپؓ روزانہ کھانا پکا کر پہلے کل کا کل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرماتے تھے تو جو کھانا بچتا تھا اس کو یہ دونوں میاں بیوی کھا لیتے تھے۔ اتباع رسول کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے نشان دیکھتے تھے جس طرف سے رسول اللہ ﷺ نے نوش فرمایا ہوتا اسی طرف سے آپؓ بھی کھاتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے کھانا نہیں کھایا بلکہ اسی طرح واپس لوٹا دیا تو یہ بہت بے چین ہوئے، فوراً بیتاب و بیقرار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی ”یا رسول اللہ! آخر ایسی کیا غلطی ہو گئی کہ آپ ﷺ نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔“ آپؓ نے وجہ بتائی آج کھانے میں لہسن کی بو آ رہی تھی اور میں لہسن پسند نہیں کرتا ورنہ اور کوئی وجہ کھانا لوٹانے کی نہ تھی۔“ ابو ایوب انصاریؓ نے عرض کی ”انسی اکمرہ ماکرہ“ یعنی

جو چیز آپ ﷺ کو ناپسند ہے، اس کو میں بھی پسند نہیں کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بقیہ زندگی میں کبھی لہسن نہ اپنے گھر میں داخل ہونے دیا اور نہ پکھا۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۸) ہم نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں

ایک صحابی ایمان لائے اور کچھ عرصہ محبت نبوی ﷺ میں رہنے کے بعد گھر واپس گئے وہاں ان کے کسی عورت کے ساتھ مراسم اور تعلقات تھے۔ وہ عورت ان سے ملنے کے لئے آئی انہوں نے رخ پھیر لیا، وہ کہنے لگی، کیا بات ہوئی؟ وہ بھی وقت تھا جب تم میری محبت میں بے قرار ہو کر گلیوں کے چکر لگاتے تھے، مجھے ایک نظر دیکھنے کے لئے تڑپتے تھے، میری ملاقات کے شوق میں ٹھنڈی آبیں بھرتے تھے۔ جب میں تم سے ملاقات کرتی تھی تو قسمیں کھا کھا کر اپنی محبت کی یقین دہانی کروا دیتے تھے۔ اب میں خود چل کر تمہارے پاس ملنے کے لئے آئی ہوں تو تم نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ فرمانے لگے کہ میں ایک ایسی ہستی کو دیکھ کر آیا ہوں کہ اب میری نگاہیں کسی غیر پر نہیں پڑ سکتیں۔ میں دل کا سودا کر چکا ہوں وہ عورت ضد میں آ کر کہنے لگی اچھا ایک مرتبہ میری طرف دیکھو تو لو۔ اس صحابیؓ نے فرمایا، اے عورت! چلی جا ورنہ میں تلوار سے تمہارا سر قلم کر دوں گا۔ سبحان اللہ۔

ہم نے دیکھی ہیں وہ آنکھیں ساقی
جام سے کی مجھے حاجت ہی نہیں

محبت رسول میں منافق والد کا سراڑ اٹانا

عبداللہ بن ابی ریحس المنافقین نے جب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق غلط باتیں پھیلانی شروع کیں تو ان کے بیٹے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے باپ کا سراڑ اڈوں۔ نبی ﷺ نے منع فرمادیا۔ عشق کا تقاضا یہی تھا کہ نبی ﷺ سے محبت اتنی ہو کہ والدین کی محبت بھی اس کے سامنے حیثیت نہ رکھے۔

یا رب صل وسلم دائماً
علی حبیبک خیر المخلوق کلہم

عشق بلند و بالا ہے رسم و نیاز سے

حضرت طلحہ بن براء کا آغاز شباب ہی تھا کہ مدینہ میں توحید کی صدائے دل نواز گونجنے لگی۔ گھر گھر اسلام کا اُجالا پھیلنے لگا۔ ان کے والد براء بن عمیر نے جلد ہی اسلام قبول کر لیا۔ اپنے ہی گھر میں اسلام کی روشنی آئی اور دن رات رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے چہ شہدے ہوئے تو ان کا بھی اشتیاق اور عقیدت اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ جوش ایمانی اور شوق اطاعت نے دل کو سوز اور روح کو ایسا گدا ز بخشا کہ یہ رات دن اس ساعت سعید کے انتظار میں رہنے لگے کہ کب رسول اللہ ﷺ کا دیدار نصیب ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ ہجرت کے لئے روانہ ہونے کی اطلاع مدینہ پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ لوگ شوق و اشتیاق میں روزانہ گھروں سے نکل کر آپ کا انتظار کرتے تھے۔ حضرت طلحہ بن براء بھی ایسے ہی مشتاقوں میں سے تھے اس وقت یہ بالکل نوجوان ہی تھے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے قریب جا کر ہاتھ پاؤں چوم کر کہا "میرے آقا آپ ﷺ مجھے جو حکم دیں گے اس کی تعمیل میں میری طرف سے کوتاہی نہ ہوگی۔"

رسول اللہ ﷺ کو اس نوجوان کی بات پر حیرت ہوئی آپ نے طلحہ سے ہنس کر فرمایا: "جاؤ اپنے باپ کو قتل کر کے آؤ۔" طلحہ رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور چل دیئے رسول اللہ ﷺ نے واپس بلا کر پوچھا: "کہاں جاتے ہو؟" عرض کی: "براء بن عمیر کا قتل کرنے۔" آپ نے فرمایا: "تم اپنی بات کے سچے ہو لیکن میں قلع رحمی کے لئے نبی نہیں بنایا گیا ہوں۔" (ابوداؤد۔ کتب الرجال)

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں اپنا مال صدقہ کرو۔ سب صحابہ اپنی حیثیت کے مطابق مال لانے لگے۔ ایک نوجوان صحابی کے پاس بے سرو سامانی کا معاملہ تھا وہ بہت دیر تک سوچتے رہے کہ میں نبی علیہ السلام کے فرمان کو کیسے پورا کروں چنانچہ ایک یہودی سے جا کر قرض مانگا اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر تم ساری رات میرا کنواں چلاؤ تو میں تمہیں اس کے بدلے

میں کچھ سکجوریں دے دوں گا۔ وہ صحابی سوچنے لگے کہ ساری رات کنواں کھینچنا آسان ہے چلو کچھ تولے گا جو میں آقا کے سپرد کر سکوں گا۔ چنانچہ نیل کی جگہ پر اس صحابی کو باندھ دیا گیا اور وہ کنواں چلاتے رہے۔ ساری رات کنواں چلا کر جسم ٹھکن سے چورتھا بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں میں سرخ دوڑے پڑے ہوئے تھے اسی حال میں تھوڑی سی سکجوریں لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے دور سے آتے دیکھا تو پہچان لیا۔

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے
وہ آرہا ہے کوئی شب غم گزار کے

چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس کی سکجوریں قبول فرمائیں اور ایک صحابی کو کہا کہ یہ سکجوریں اس سامان میں تھوڑی تھوڑی کر کے مختلف جگہ پر رکھ دو۔ چنانچہ ان سکجوروں کو اسی طرح رکھ دیا گیا۔ جس طرح کسی دیوار میں نگینے جڑے ہوتے ہیں۔

ابن عمر کا اتباع سنت

حضرت ابن عمر جب بھی حج کے لئے روانہ ہوتے تو راستے میں ایک جگہ اونٹ کو روکتے اور راستے سے ہٹ کر ایک جگہ ایسے بیٹھے جیسا کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو رہے ہوں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اُنھ کو اپنا سفر شروع کر دیتے لوگ پوچھتے کہ جب فراغت کی ضرورت نہیں تھی تو رکنے کا کیا فائدہ؟ آپ فرماتے کہ میں نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے ساتھ سفر کرنے کی سعادت حاصل کی نبی علیہ السلام اس جگہ رکے اور فارغ ہوئے بس اسی کی یاد میں جب اس جگہ پہنچتا ہوں تو میں بھی مشابہت حاصل کرنے کے لئے تھوڑی دیر بیٹھ جاتا ہوں۔

اتباع سنت کیلئے سخت تکلیف اٹھانا

ایک حبشی صحابی کے سر کے بال گھٹکھریا لے تھے وہ غسل کرنے کے بعد چاہتے کہ سر کے بالوں میں مانگ نکالیں مگر نہ نکلتی انہیں بہت حسرت رہتی کہ میرا سر بھی نبی علیہ السلام کے سر مبارک سے مشابہہ ہونا چاہیے۔ ایک دن فرط جذبات میں انہوں نے لوہے کی سلاخ گرم کی اور سر کے درمیان میں پھیر دی۔ چڑا اور بال جلنے کی وجہ سے

فصل نمبر ۵:

صحابیاتؓ اور محبت رسول ﷺ کے متفرق واقعات

محبت رسول ﷺ میں صحابیاتؓ نے بھی بہت اعلیٰ اور نمایاں مثالیں پیش کیں۔ ان کے دل محبت نبوی ﷺ سے معمور تھے اور ان کے پاکیزہ قلوب اس نعمت کے حصول پر سرور تھے۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

ہر مصیبت نبی کے بعد آسان ہے

جنگ احد میں یہ افواہ چاروں طرف پھیل گئی کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے ہیں مدینہ کی عورتیں شدت غم سے روتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں۔ ایک انصار یہ صحابیہ کہنے لگیں کہ میں اس بات کو اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گی جب تک کہ خود اس کی تصدیق نہ کر لوں چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر احد کی طرف نکل پڑیں جب میدان جنگ کے قریب پہنچیں تو ایک صحابیہ مائے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان سے پوچھنے لگیں، ماہال محمد (محمد ﷺ کا کیا حال ہے) انہوں نے کہا معلوم نہیں لیکن تمہارے بھائی کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے۔ وہ اس خبر کو سن کر ذرا بھی نہ گھبرائی اور آگے بڑھ کر دوسرے صحابیہ سے پوچھا: ماہال محمد ﷺ۔ انہوں نے جواب دیا معلوم نہیں مگر تمہارے والد کی لاش فلاں جگہ میں نے دیکھی ہے یہ خبر سن کر بھی پریشان نہ ہوئی بلکہ آگے بڑھ کر تیسرے صحابیہ سے پوچھا: ماہال محمد ﷺ۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے تمہارے خاوند کی لاش فلاں جگہ دیکھی ہے یہ خبر سن کر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی پھر پوچھا کہ نبی ﷺ کی خیریت کے بارے میں بتاؤ۔ کسی نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فلاں جگہ خیریت دیکھا تو آپ ﷺ کے قریب پہنچ کر چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: کل مصیبت بعد محمد جلیل: (ہر مصیبت نبی ﷺ کے بعد آسان ہے)۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ صحابیات کے قلوب میں جو محبت نبی ﷺ کے لئے تھی وہ باپ بھائی اور شوہر کی محبت سے بھی زیادہ تھی۔ یہی ایمان کامل کی نشانی بتائی گئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

سر کے درمیان ایک لکیر نظر آنے لگی لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اتنی تکلیف اٹھائی؟ فرمایا، تکلیف تو بھول جاؤں گا جب میرے سر پر یہ مانگ اسی طرح نظر آئے جس طرح نبی علیہ السلام کے سر پر نظر آتی ہے۔

ابو ایوبؓ کی مہمان نوازی

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ کی ہجرت کے لئے روانہ ہونے کی خبر اہل مدینہ تو خوشی سے پھولے نہ مائے حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور دیگر انصار روزانہ مدینہ تین چار میل باہر ہرج آ کر آپ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے اور دو چہر ہونے پر ہر کوئی سب لوگوں کو یہ اشتیاق تھا کہ کاش رسول اللہ ﷺ اس کو میزبانی کا شرف فرمائیں۔ ہجرت کر کے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو قسمت سے آپ ﷺ میزبانی کا یہ شرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو ہی حاصل ہوا۔ آپ کا مکان دو دروازے تھا۔ آپ نے پہلی منزل کو اس خیال سے خالی کر دیا کہ زائرین رسول ﷺ کو ملاقات میں پریشانی نہ ہو آپ نے اپنے اہل و عیال کو اوپر کی منزل میں منتقل کر دیا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت میں دل و جان سے مصروف رہتے، دونوں وقت کھانا پہنچاتے اور پچا ہوا کھانا تبرک کے طور پر وہ اور ان کی زوجہ کھاتے تھے۔ ایک دن اوپر کی منزل پر ایک گھڑا ٹوٹ گیا اور تمام پانی پھیل گیا آپ یہ خطرہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی نیچے ٹپکے اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہو، اس نے اپنے لحاف میں یہ سب پانی جذب کر ڈالا ان کے پاس اوڑھنے کیلئے بس ایک بھی لحاف تھا اس لئے تمام رات سردی میں ٹھٹھ کر کاٹی مگر اپنے محبوب مہمان رسول ﷺ کی تکلیف کے خوف سے پانی کو نہیں پھیلے دیا۔ (زر قانی اور اصابع ذکر ابو ایوبؓ)

یارب صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبک خیر الخلق کلہم

صحابیہ کا معصوم بچے کو پیش کرنا

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ جہاد کی تیاری کریں۔ ہر گھر میں جہاد کی تیاریاں زوروں پہنیں۔ ایک گھر میں ایک صحابیہ اپنے بچے کو گود میں لئے زار و قطار رو رہی تھی۔ اس کے خاوند پہلے کسی جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔ اب گھر میں کوئی بھی ایسا مرد نہ تھا کہ جس کو وہ تیار کر کے نبی ﷺ کے ہمراہ میں بھیجتی۔ جب بہت دیر تک روتی رہی اور طبیعت بھرا آئی تو اپنے معصوم بیٹے کو سینے لگایا اور مسجد نبوی ﷺ میں نبی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی۔ اپنے بیٹے کو نبی ﷺ گود میں ڈال کر کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے بیٹے کو جہاد کے لئے فرمائیں۔ نبی ﷺ نے حیران ہو کر فرمایا یہ معصوم بچہ جہاد میں کیسے جاسکتا ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میرے گھر میں کوئی بڑا مرد نہیں کہ جس کو بھیج سکوں، آپ ﷺ اسی کو فرمائیں۔ آپ ﷺ نے کہا یہ بچہ کیسے جہاد کرے گا؟ وہ صحابیہ کہنے لگی کہ میرے اس بچے کو کسی ایسے مجاہد کے حوالے کر دیجئے جس کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہوتا کہ جب وہ تیروں سے بچنے کے لئے میرے بیٹے کو آگے کر دے۔ میرا بیٹا تیروں کو روکنے کے آسکتا ہے سبحان اللہ، تاریخ انسانیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ عورت ماں جیسی شفیق ہستی فرمان نبوی ﷺ کو سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اتنی بے پروا ہوئی ہے کہ معصوم بچے کو شہادت کے لئے پیش کر دیتی ہے۔

محبت نبی میں جان کا نذرانہ

سیدہ عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرادو، سیدہ عائشہؓ نے حجرہ مبارک کھولا۔ وہ محبت نبوی ﷺ میں اس قدر مغلوب تھی کہ زیارت کر کے روتی رہی اور روتے روتے انتقال فرما گئی۔ (شفاء شریف)

تلقا بہ اجل میں عاشق کو مل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمر دراز میں

(اقبال)

حضور کی محبت و عظمت

ام المومنین ام حبیبہؓ کے والد ابو سفیانؓ صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ پہنچے تو اپنی بیٹی سے ملنے آئے۔ قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر کو لپیٹ لیا ابو سفیانؓ نے کہا، بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں۔ ام حبیبہؓ نے کہا، ابا جان! یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور پاک محبوب ﷺ کا ہے جبکہ آپ شرک ہونے کے وجہ سے ناپاک ہیں لہذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے ابو سفیانؓ کو بڑا رنج ہوا مگر ام حبیبہؓ کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی تھی اس کے سامنے خونی رشتے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ باپ کا تعلق چھوٹا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

مجھے نہ دیکھ بھیجنے والے کو دیکھ

ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت غریب فوجوان تھے۔ ایک مرتبہ تذکرہ چھڑا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کو تیار نہیں ہے نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تاکہ میرا نکاح آپ کی بیٹی سے کر دیا جائے۔ باپ نے کہا، بہت اچھا ہم لڑکی سے معلوم کر لیں۔ جب پوچھا گیا تو لڑکی کہنے لگی، ابو جان! یہ مت دیکھو کہ کون آیا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے چنانچہ فوراً نکاح کر دیا گیا۔ ایک صحابی حضرت سعدؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ (مسند احمد بن حنبل) جس کو کسی شاعر نے منظوم انداز میں یوں بیان فرمایا ہے۔

ایک بندہ سعدؓ نامی آپ ﷺ کا اصحاب تھا

رنگ کالا تھا اور نقد میں ثایاب تھا

ایک دن دریائے رحمت آگیا یوں جوش میں

سعدؓ کو پیٹھے بٹھائے لے گیا آغوش میں

سعدؓ تو نے اپنی شادی آج تک کی یا نہیں

سعدؓ بولا رشتہ کوئی کالے کو دیتا نہیں

ایک لڑکی خود میرے بچپا کے ہاں موجود ہے
میں تو کوشش کر چکا لیکن وہاں بے سود ہے
جب بھی جاتا ہوں وہاں لے کر میں خود اپنا پیام
دھکے ملتے ہیں مجھے سنتا ہوں باتیں بے لگام
بد شکل بد رنگ ہونا اس میں میرا چارہ کیا
میں نے ہے وہ رنگ پایا جو مجھے رب نے دیا
کالے گورے کا خیال آتے ہی جذبہ آگیا
جوش میں آکر اسی دم آپ ﷺ نے فرمایا دیا
سعدؓ میں نے آج تیرا عقد اس سے کر دیا
اپنے بچپا جی کو جا کر یہ خبر جلدی بنا
سعدؓ نے سن کر نبی ﷺ کی گفتگو، پرواز کی
اپنے بچپا جان کے دروازے پر آواز دی
سن کے یہ آواز وہ جلدی سے باہر آ گئے
سعدؓ کی سن کر گفتگو دل میں بہت گھبرا گئے
بولے کہ تو رنگ کا کالا ہے اور مفلس غریب
میں تجھے لڑکی دوں اپنی یہ کہاں تیرا نصیب
سعدؓ کے بچپا عمرو بن وہب بولے بے حجاب
بھاگ جاؤ در سے میرے ورنہ تجھے کر دوں خراب
سعدؓ بولے اپنی مرضی سے تو میں آیا نہیں
مصطفیٰ ﷺ نے بھیجا تھا اور اب بھی جاتا ہوں وہیں
سعدؓ تو یوں ڈر سے واپس آ گئے سوئے جناب ﷺ
اور گئے اندر چچا کھاتے ہوئے کچھ بیچ و تاب
لڑکی ان کی سن چکی تھی سعدؓ کے سارے جواب
بولی ابا خیر تو ہے کیوں تھا غصے کا خطاب

باپ بولا سعدؓ حبشی میرے در پہ آیا تھا
اور تجھ سے شادی کا پیغام مجھ تک لایا تھا
رنگ کا ہے کالا وہ اور مفلس و محتاج بھی
میری عزت اور دولت کی نہ رکھی لاج بھی
چاندی بیٹی اسے دے دوں یہ تو ممکن نہیں
وہ دو کوزی کا بنے داماد ہو سکتا نہیں
لڑکی بولی خود پیام عقد لے کے آیا تھا
یا کسی نے بھیجا تھا اور بن کے قاصد آیا تھا
باپ بولا خود سے میں آیا نہیں کہتا تھا وہ
سرور کو نبی ﷺ نے بھیجا ہے مجھ کو بیٹی دو
سن کے بس اس بات کو لڑکی تو وہ چلا اٹھی
کیا غضب کی بات اباتم نے آج اس سے کہی
کب میں کہتی ہوں کہ اس کے رنگ کا لے کو تو دیکھ
میں تو کہتی ہوں کہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھ
میں نے مانا کالا ہے وہ حسن میں بھی ماند ہے
بھیجنے والا تو لیکن چودھویں کا چاند ہے
تیری بیٹی اس کے کالے رنگ پہ سرور ہے
کالی کملی والے کی مرضی مجھے منظور ہے

محبت رسول میں خواہش کی قربانی

فاطمہ بن قیسؓ ایک حسین و جمیل صحابیہ تھیں ان کے لئے حضرت عبدالرحمن بن
عوفؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا۔ جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ
ﷺ نے فرمایا، اسامہؓ سے نکاح کرلو، حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنادیا اور عرض
کیا، اے رسول اللہ! میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیں۔ یعنی
میرے لئے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہو۔ (نسائی کتاب النکاح)

نے کہا، بالکل ہیں۔ فرمایا، میں اس لئے رورہی ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی جدائی سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی رو پڑے۔

یا مقلب القلوب! ہمارے دلوں کو بھی نرم فرما دے کہ حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک سے ہماری آنکھیں بھی پر نم ہو جائیں اور صحابہ کرامؓ کی محبت رسول اللہ ﷺ کا کوئی ذرہ ہمیں بھی عطا فرما کہ اتباع سنت ہمارے لئے سہل ہو جائے، آمین۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

عشق است ہزار بدگمانی

نبی ﷺ جتہ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہرات ساتھی تھیں۔ راستے میں حضرت خضہ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا اور چلتا ہی نہ تھا وہ رونے لگیں۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھے۔ عجب اتفاق کہ آپ ﷺ جس قدر دلاسا دیتے وہ اسی قدر زیادہ روتیں۔ جب کافی دیر تک چپ نہ ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور تمام صحابہ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا۔ حضرت خضہ کو احساس ہوا کہ شاید نبی اکرم ﷺ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں۔ اب نبی اکرم ﷺ کو منانے اور راضی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں۔ اس غرض سے سیدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں۔ سیدہ عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھنا زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا تا کہ خوشبو پھیلے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عائشہؓ یہ تمہارا دن نہیں ہے بولیں: ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے)۔ (مسند ابن حنبل 6/338)

خواتین کا اتباع سنت

ایک مرتبہ نبی ﷺ مسجد سے باہر نکلے، راستے میں مرد اور عورتیں فراغت پر گھر واپس جا رہے تھے۔ نبی ﷺ نے عورتوں کو مخاطب ہو کر کہا، تم پیچھے اور ایک طرف رہو، وسط راہ سے نہ گزرو۔ اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر رگلی کے کنارے پر چلتیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب)

ام ایمنؓ کا جدائی میں رونا اور رلانا

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت ام ایمنؓ ایک دن نبی ﷺ کو یاد کر کے رونے لگیں، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ کہا کہ یہ بتاؤ نبی اکرم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر نعمتیں موجود نہیں ہیں؟ انہوں

باب نمبر ۳

محبت نبوی ﷺ اور اس کی علامات و برکات

فصل نمبر ۱:

حضور ﷺ سے محبت کی علامات

شریعت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کی اہمیت و ضرورت گذشتہ صفحات میں واضح کر دی گئی ہے نیز حضرات صحابہ و صحابیات کے عقیدت و محبت کے واقعات اس پر دلیل شاہد ہیں۔ اس باب میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامات کو ذکر کیا جائیگا۔ جس شخص میں وہ علامات جس قدر ہوں گی وہ اپنے دعویٰ محبت میں اتنا سچا ہوگا۔ اسی لئے علمائے امت نے قرآن و سنت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتوں کو بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی عیاض فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت و تائید کرنا، آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا، اور آپ کی حیات مبارکہ کے وقت آپ پر اپنی جان و مال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا آپ ﷺ کی محبت میں سے ہے۔" (شرح نووی)

اسی بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "حضور ﷺ کی محبت کی علامتوں

میں سے ایک یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی زیارت ممکن ہو اور کسی کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ دنیوی ساز و سامان میں سے کسی چیز کے محروم رہنے اور نبی ﷺ کی زیارت سے محروم رہنے میں سے ایک بات پسند کر لے تو آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہنا اس پر کسی بھی چیز کے نہ پانے سے زیادہ گراں اور بھاری ہو۔ اور اگر کوئی اس کیفیت سے محروم ہو تو وہ آپ ﷺ کی محبت سے محروم ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی محبت آپ کی زیارت کے حصول اور اس سے محروم ہونے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں آپ کی سنت کی حمایت و تائید آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع، اور اس کے مخالفوں کی سرکوبی شامل ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اس میں داخل ہے۔" (فتح الباری)

علامہ عینی اسی موضوع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں "اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول کریم ﷺ کی محبت آپ ﷺ کی تابعداری کرنے اور نافرمانی ترک کرنے کا ارادہ ہے اور یہ اسلام کے واجبات میں سے ہے۔" (عمدة القاری)

مذکورہ بالا اقوال سے ہم رسول کریم ﷺ کی محبت کی مندرجہ ذیل علامتیں اخذ کر سکتے ہیں:

- ۱۔ نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا۔
- ۲۔ نبی کریم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لئے ہمد وقت کامل استعداد۔
- ۳۔ نبی کریم ﷺ کے ادا امر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔
- ۴۔ نبی کریم ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔ جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں، وہ اللہ عز و جل کا شکر یہ ادا کرے کہ انہوں نے اس کے سینے میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت ڈالی۔ اور اس بات کا اللہ سے سوال بھی کرے کہ یہ نعمت ہمیشہ اسے میسر رہے، اور اگر کسی میں یہ ساری علامتیں یا ان میں سے بعض علامتیں موجود نہ ہوں تو وہ روز حساب سے قبل اپنا محاسبہ خود ہی کر لے کہ اس دن سینوں میں چھپے ہوئے کھوٹ ظاہر ہو جائیں گے۔ وہ اب اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کی بے کار کوشش نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے والا اپنے ہی آپ کو دھوکا دیتا ہے۔

يُخْلِذُ عَنْكَ اللَّهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْذَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ. (سورہ بقرہ)
ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی دھوکے میں
پڑے ہیں اگرچہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔“

آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی
سیرتوں کے حوالے سے ان علامتوں کے متعلق گفتگو ہوگی اور حسب ضرورت موجود
دور میں ہماری حالت کیا ہے اس بارہ میں بھی اپنے بزرگوں کے مبارک کلمات ذکر کیے
جائیں گے۔ شاید کہ مولائے رحیم و کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت
ہمارے سینوں میں ڈال کر دنیا و آخرت میں اس کے ثمرات و فوائد سے ہم سیارہ کاروں کو
بھی نواز دیں۔
وما ذلک علی اللہ بعزیز

فصل نمبر ۲:

محبت رسول اللہ ﷺ کی پہلی علامت

دیدار و صحبت کی شدید تمنا

سب لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ محبت کرنے والے کی سب سے بڑی
آرزو اور آہنگ اپنے محبوب کا دیدار و وصال ہوتی ہے۔ جناب رسول کریم ﷺ سے
محبت کرنے والا بھی چہرہ انور کے دیدار اور آپ کی صحبت پاک سے فیض یاب ہونے
کے لئے بے قرار اور بے چین رہتا ہے اس کی انتہائی تمنا ہوتی ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ
کی رفاقت حاصل ہو جائے۔ اگر اس کو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی نعمت اور نبی کریم ﷺ
کے دیدار و صحبت میں سے ایک کو چھنے کا موقع دیا جائے تو اس کی ترجیح بغیر کسی توقف کے
آپ ﷺ کا دیدار ہوگی۔ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کے دیدار اور صحبت پاک سے
فیض یابی سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ آپ کے فراق کا
خوشہ اسے پریشان و مضطرب کر دیتا ہے اور آپ کی جدائی اس کی آنکھوں سے
آنسو رواں کر دیتی ہے۔

ذیل میں جناب رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کے چند ایک

واقعات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ وہ اس نشانی کے اعتبار
سے نبی کریم ﷺ سے کس قدر محبت کرنے والے تھے۔

سفر ہجرت میں رفاقت پیغمبر ﷺ میسر آنے

پرشدت مسرت سے سیدنا صدیقؓ کا رونا

امام بخاری زوجہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”جب ہم سورج ڈھلنے (زوال) کے وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ
کے گھر بیٹھے تھے کہ کسی نے ان سے کہا: ”رسول کریم ﷺ سر ڈھاپنے ہوئے تشریف
لا رہے ہیں۔ اور اس وقت ہمارے ہاں تشریف لانا آپ ﷺ کی عادت نہ تھی۔ ابو بکر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ان پر میرے ماں باپ قربان! اللہ کی قسم! اس وقت آپ کی
تشریف آوری کسی اہم مقصد ہی کے لئے ہے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان
کیا ”رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اندر تشریف لانے کی اجازت طلب
کی۔ اجازت ملنے پر اندر تشریف لائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”جو لوگ
تمہارے پاس موجود ہیں انہیں باہر بھیج دو۔“ ابو بکرؓ نے عرض کی: ”اے اللہ کے
رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ تو آپ کے گھر والے ہی ہیں۔“ نبی
کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے (مکہ مکرمہ سے) نکلنے کی اجازت مل چکی ہے“ ابو بکر رضی
اللہ عنہ نے عرض کی: ”اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس
سفر میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں۔“ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد
فرمایا: ”ہاں“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے اس سفر کے متوقع سنگین خطرات اور
مصیبتوں سے بے خبر نہ تھے۔ لیکن ان خطرات کا اندیشہ ان کے اپنے محبوب جناب
رسول کریم ﷺ کے رفیق سفر بننے کی رغبت و خواہش میں کچھ کمی پیدا نہ کر سکا۔ اور جب
آنحضرت ﷺ نے ان کی رغبت پر موافقت کا اظہار فرمایا تو شدت فرح سے ان کی
آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

جنت میں معیت نبی ﷺ کے لئے حضرت ربیعہؓ کی فرمائش

حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں: ”میں رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں رات بسر کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں وضو کے لئے پانی اور دیگر ضرورت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”کسی چیز کی فرمائش کرو“ میں نے عرض کی: ”میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”کیا کوئی اور فرمائش ہے؟“ میں نے عرض کی: ”صرف یہی ایک فرمائش ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اس فرمائش کے پورا کروانے میں بہت زیادہ سجدہ کر کے میرا تعاون کرو۔“

اللہ اکبر! محبت صادق کو فرمائش کا موقع میسر آیا تو بلا تردد و جناب رسول مکرم ﷺ کی جنت میں رفاقت کا سوال کیا۔ دوسری دفعہ موقع دیا گیا تو پھر اسی فرمائش کو دہرایا، کسی اور بات کی فرمائش کا تصور بھی ان کے ذہن میں نہ آیا۔ اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ حضور کی متفاعت بھی اس وقت کام دکھائے گی جب بندہ بھی اپنے غلے سے خود کو اس نعمت کا مستحق ثابت کرے، محض نعرہ بازی سے کام چل جائے۔

اہل خیال است و محال است و جنون

انصار کا حضور ﷺ کی صحبت کو بکریوں اور اونٹوں پر ترجیح دینا

امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے: ”جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ حنین میں اپنے رسول ﷺ کو مال غنیمت عطا فرمایا تو آپ نے وہ مال ان لوگوں میں تقسیم فرمایا جنہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنا مطلوب تھا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ دیا۔ انصار کے دلوں میں یہ بات کھٹکی کہ لوگوں کو تو مال دیا گیا اور انہیں کچھ بھی نہ دیا گیا۔“

آنحضرت ﷺ نے انصار کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا: ”اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے نہ پایا، پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ تم بکھرے ہوئے تھے، میرے ساتھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے

جوڑ دیا۔ تم بھگ دست تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ تمہیں تو نگری عطا فرمائی۔ آنحضرت ﷺ جو بھی فرماتے انصار جواب میں عرض کرتے: ”اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے تھے۔ آپ بھی تو ہمارے پاس ایسی ہی حالت و کیفیت میں آئے تھے۔“ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں نبی ﷺ کو لے کر جاؤ؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی میں سے ہوتا۔ لوگ کسی بھی وادی کا رخ کریں میں تو انصار ہی کی وادی کی طرف جاؤں گا۔ انصار اندر والے اور دوسرے لوگ باہر والے ہیں۔ (انصار تو قرہی ہیں اور لوگ دور کے ہیں) میرے بعد تم اپنے بارے میں بخل پاؤ گے، پس صبر کرنا یہاں تک کہ حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔“

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ”لوگ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور انہوں نے کہا: ”ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنی قسمت اور نصیب میں پا کر راضی ہوئے۔“ امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: ”جب آنحضرت ﷺ نے ان پر تقسیم مال کی حکمت بیان فرمائی جو ان پر مخفی تھی تو وہ فرماں بردار ہو کر پلٹے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ سب سے بڑی غنیمت تو یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کو لے کر اپنی ہستی میں لوٹے ہیں۔ وہ نبی مکرم ﷺ کی زندگی اور وفات دونوں حالتوں میں رفاقت کی عظیم دولت میسر آنے پر بکریوں، اونٹوں، لونڈیوں اور غلاموں کو بیکسر بھول گئے۔“

صدیقؓ کا رحلت رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کو یاد کر کے رونا

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا: ”میں نے اس منبر پر ابوبکرؓ کو فرماتے ہوئے سنا: ”میں نے گزشتہ سال اسی دن رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔“ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، پھر ارشاد فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”کلمہ اخلاص کے بعد تمہیں عافیت جیسی کوئی نعمت نہیں دی گئی۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو۔“

اور ایک دوسری روایت میں ہے: آنسوؤں نے تین مرتبہ ان کی آواز کو دبا دیا۔ انہوں نے فرمایا اللہ بیٹ (امام احمد)

فصل نمبر ۳:

محبت رسول ﷺ کی دوسری علامت

جان و مال قربان کرنے کی مکمل استعداد

محبت صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان و مال اور اپنے سب کچھ اپنے محبوب پر نثار کر دے۔ آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کرنے والوں کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں حضرات صحابہؓ نے تو آپ پر فداکاری اور قربانی کی عظیم الشان اور ناقابل فراموش مثالیں پیش کیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کی محبت کے دعوے میں سچے حضرات صحابہؓ کی قربانی و جانفاری، محبت و تعلق اور ایمان و اخلاص کے چند قابل قدر واقعات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

سلامتی رسول کریم ﷺ کو خطرہ لاحق ہونے پر صدیقؓ کا رونا

سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا تعاقب کرتے کرتے ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ آنحضرت ﷺ کی سلامتی کو خطرہ میں دیکھ حضرت صدیقؓ پریشان اور ٹمکین ہو گئے اور اسی پریشانی کے سبب ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ہیں۔ امام احمد یہ قصہ حضرات براء بن عازبؓ کی زبانی بایں الفاظ روایت کرتے ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: ”ہم روانہ ہوئے تو لوگ ہمارے تعاقب میں تھے ان میں سے صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر سوار ہمارے قریب پہنچ گیا میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! یہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب آ پہنچا ہے۔“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”تم نہ کرو، بلا شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“ وہ ہمارے اس قدر نزویک پہنچ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک دو یا تین نیزوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! یہ ہم تک آ پہنچا ہے۔“ اور (ساتھ ہی) میں رونے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”تم کیوں روتے ہو؟“ میں نے عرض کی: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی جان کو خطرے میں دیکھ کر نہیں رو رہا بلکہ آپ کی سلامتی کو خطرے میں دیکھ کر رو رہا ہوں۔“

انہوں (ابوبکرؓ) نے بیان کیا: ”آنحضرت ﷺ نے سراقہ کے لئے بددعا کرتے ہوئے کہا: ”اے اللہ! جس طرح آپ پسند کریں ہمارے لئے اس کے مقابلے میں کافی ہو جائیے۔“ (نبی کریم ﷺ کی بددعا کے نتیجے میں) سراقہ کے گھوڑے کی ہاتھیں سخت زمین میں پیٹ تک دھنس گئیں۔

ابوطالبؓ کا اپنے سینے کو سینہ رسول کریم ﷺ کے لئے ڈھال بنایا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب احد کے دن کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تو ابوطالب رضی اللہ عنہ ہاتھ میں ڈھال سنبھالے ہوئے خود نبی کریم ﷺ کے لئے ڈھال بن گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید بیان کیا کہ ”ابوطالب رضی اللہ عنہ بہت بڑے تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس دن دو یا تین کمائیں توڑیں“ انہوں نے مزید کہا: ”آدمی تیروں کے ساتھ وہاں سے گزرتا تو نبی ﷺ اس سے فرماتے: ”ابوطالب کو اپنے تیر دے دو۔“ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ”نبی کریم ﷺ مشرکوں کا جائزہ لینے کے لئے اپنے سر مبارک کو اٹھاتے تو ابوطالب رضی اللہ عنہ آپ سے عرض کرتے: ”اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سر مبارک کو نہ اٹھائیے۔ ایسا نہ ہو کہ مشرکوں کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے۔ میری چھاتی آپ کی چھاتی کے لئے ڈھال ہے۔“ (بخاری و مسلم)

ابودجانہؓ کا رسول اللہ ﷺ کے لئے ڈھال بننا

”ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بنا دیا نیزے ان کی پشت میں بیوست ہوتے رہے لیکن وہ آنحضرت ﷺ پر برابر جھکے رہے۔ یہاں تک کہ بہت سے نیزے ان کی پشت میں بیوست ہو گئے۔“ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”انہوں نے (نیزوں کے لگنے کے باوجود) حرکت تک نہ کی۔“

ابوقوادۃ رضی اللہ عنہ کا آنحضرت ﷺ کو سواری سے گرنے سے بچانے کی خاطر رات بھران کے ساتھ چلنا

ابوقدادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ”رسول اللہ ﷺ چلتے رہے اور میں آپ کے پہلو میں تھا یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ اوتھے اور اپنی سواری کے ایک طرف جھک گئے۔ میں نے قریب ہو کر آپ کو بیدار کئے بغیر آپ کو سیدھا کیا تو آپ سیدھے ہو گئے۔ پھر آنحضرت ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا زیادہ حصہ گزر گیا تو آپ سواری کے ایک طرف جھک گئے۔ میں نے بیدار کئے بغیر آپ کو سیدھا کیا تو آپ سیدھے ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ بحری کے آخری حصے میں پہنچ سواری کے ایک طرف جھکا۔ میں نے آنحضرت ﷺ کو بیدار نہ کیا۔

اللہ اکبر! کون سی وہ قوت تھی جس نے حضرت ابو جہل رضی اللہ عنہ کو نیز دل کے اپنی پشت میں پیوست ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ پر ڈھال بنے جھکائے رکھا یہاں تک کہ انہوں نے حرکت تک نہ کی؟ بلا شک وشبہ یہ نبی کریم ﷺ کی سچی محبت تھی جو ان کے دل میں جا گزری ہو چکی تھی۔ اور اسی محبت کی وجہ سے ان کے دل میں جذبہ صادق موجزن تھا کہ آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان بچا کر دوڑ کر جانے۔ (ابن اسحاق)

جان نثار انصاری کا آنحضرت ﷺ کے
قدم مبارک پر رخسار رکھے رحلت کرنا:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب مشرک (غزوہ احد میں) آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ”ہمارے لئے اپنی جان کون بچتا ہے؟“ زیاد بن السنن رضی اللہ عنہ سمیت پانچ انصاری آگے بڑھے۔ بعض راویوں نے کہا: ”زیاد بن السنن کی بجائے عمارہ بن یزید بن السنن تھے“ وہ پانچوں انصاری ایک ایک کر کے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جانوں کو فدا کرتے رہے یہاں تک کہ زیاد یا عمارہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں نے انہیں گرا دیا۔ پھر مسلمانوں کا ایک گروہ پلٹا اور انہوں نے وہاں سے ان کو ہٹا دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”انہیں میرے قریب کرو“۔ لوگوں نے انہیں قریب کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف اپنا قدم بڑھایا تاکہ وہ اس پر اپنا سر رکھ لیں۔ پھر ان کی موت کا وقت آپ پہنچا اور ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر تھا۔

زندگی کے آخری لمحات میں سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ

کاسلامتی رسول کریم ﷺ کی فکر کرنا

معمر کہ احد کے زخمیوں میں سے ایک اور محبت صادق کو دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم پر تیر

بھٹکنا پہلے دونوں مرتبہ بھٹکنے سے زیادہ تھا۔ میں نے قریب ہو کر آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: ”یہ کون ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”ابو قتادہ“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس طرح کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”رات بھر سے اسی طرح آپ کے ساتھ چل رہا ہوں“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے نبی کی حفاظت کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے۔ (صحیح مسلم)

فصل نمبر ۴:

محبت رسول ﷺ کی تیسری علامت اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب

اس بارے میں دورائیں نہیں کہ محبت اپنے محبوب کی بات ماننا ہے۔ ہر وہ عمل جو اس کے محبوب کو پسند ہو وہ اس کے کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے اور ہر وہ کام جسے اس کا محبوب ناپسند کرے اس سے وہ دور رہتا ہے۔ محبوب کی بات ماننے میں وہ ناقابل بیان لذت اور لطف محسوس کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والا بھی آپ ﷺ کی اطاعت کا شدت سے خواہش مند ہوتا ہے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے احکام کی تعمیل، اور آپ کی منع کردہ باتوں سے اجتناب کے لئے بے حد کوشاں رہتا ہے۔ حضرات صحابہ کے، جو نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے تھے کتنے ہی واقعات اس پر دلالت کناں ہیں۔ ذیل میں ان کے چند ایک واقعات بیان کیے جا رہے ہیں

حضرات انصار کا حالت رکوع ہی میں چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دینا

امام بخاری حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ (لیکن) آپ (نماز میں) کعبہ کی طرف رخ کے پھیرے جانے کو پسند کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ (آیت شریفہ) نازل فرمائی۔

(قد نوى قلوب وجھک فی السماء فلتو لینگ قبلہ)
ترجمہ: ”بے شک ہم تیرا چہرہ بار بار آسمان کی طرف کرنا دیکھ رہے ہیں جو قبلہ تو پسند کرتا ہے البتہ ہم تجھ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے“
(اس آیت شریفہ کے ذریعے) آپ ﷺ کا چہرہ کعبہ کی طرف پھیرا گیا۔ ایک شخص آپ ﷺ کے ساتھ نماز عصر ادا کر کے نکلا تو انصار کے ایک گروہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا۔ اس نے ان سے کہا: ”وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ ﷺ کا رخ اقدس کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔“ یہ سن کر ان حضرات نے نماز عصر میں رکوع کی حالت ہی میں اپنے چہروں کو (کعبہ کی طرف) موڑ لیا۔“

رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ان پاک باز اور مقدس حضرات نے کس قدر جلدی کی، جب انہیں آپ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپ نے نماز میں چہرہ مبارک کو کعبۃ اللہ کی طرف موڑ لیا ہے تو انہوں نے بغیر کسی ادنیٰ تردد اور تاخیر کے اس پر عمل کیا۔ رکوع سے سر اٹھانے کی معمولی تاخیر کو بھی گوارا نہ کیا بلکہ حالت رکوع ہی میں اپنے چہروں کو کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لیا۔

ارشاد رسول کریم ﷺ کی فوری تعمیل میں

صحابہ کا ایک دوسرے کے قریب پڑاؤ ڈالنا

حضرات صحابہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل صرف نماز ہی سے متعلقہ مسائل میں نہ کرتے بلکہ زندگی کے دیگر تمام شعبوں میں بھی ان کی کیفیت ایسی ہی تھی۔ آداب سفر کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے حکم کی فوری تعمیل کے متعلق امام ابو داؤد نے حضرت ابو ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب سفر میں کسی مقام پر پڑاؤ ڈالتے تو گھائیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا: ”تمہارا گھائیوں اور وادیوں میں اس طرح منتشر ہونا یقیناً شیطان کی طرف

اعلان حرمت پر شراب کو مدینہ کی گلیوں میں بہا دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ایک گروہ کو فتح نامی شراب پلا رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے: "سنو! بے شک شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: "یہ شراب باہر اٹھل دو۔" میں اٹھا اور شراب کو باہر اٹھل دیا۔ (لوگوں کے کثرت سے شراب گلیوں میں اٹھ پلنے کی وجہ سے) وہ گلیوں میں بہنے لگی۔" شراب کی حرمت کا اعلان سن کر گچی محبت کرنے والے پاک باز انسانوں کا رد عمل اسے گلیوں میں پھینکنے کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اسی بنا پر شراب گلیوں میں اس طرح بہنے لگی جس طرح سیلاب کا پانی گلیوں میں بہتا ہے (صحیح بخاری) اسی بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "اس روایت میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس کے ہاں بھی شراب تھی اس نے گلی میں اٹھل دی یہاں تک کہ وہ کثرت سے گلیوں میں پھینکے جانے کی وجہ سے سیلاب کے پانی کی طرح بہنے لگی۔" یہ سارا عمل کسی بھی چوں چر اور قیل وقال کے بغیر مکمل ہوا۔

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "میں ابو طلحہ اور فلاں فلاں شخص کو شراب پلا رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: "کیا تمہیں خبر مل چکی ہے؟" انہوں نے دریافت کیا: "کون سی خبر؟" کہنے لگا: "شراب کو حرام قرار دے دیا گیا۔" انہوں نے کہا: "اے انس! ان مشکوں کو الٹ دو۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "حرمت خمر کے بارے میں آدمی کے اطلاع دینے کے بعد کسی نے نہ تو دوبارہ اس بارے میں کوئی سوال کیا اور نہ کوئی تکرار کی۔"

اللہ اکبر! ان پاک باز اور گچی محبت کرنے والوں کی اتباع و اطاعت کے کیا کہنے! انہی سچے اور مقدس لوگوں کے متعلق رب العالمین کا ارشاد ہے۔

(إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

ترجمہ: "مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے

سے ہے۔" اس کے بعد جہاں کہیں بھی آنحضرت ﷺ نے پڑاؤ ڈالا، صحابہ ایک دوسرے سے اس قدر قریب ہوتے کہ کہا جاتا: "اگر ان سب کے اوپر چادر بچھائی جائے تو سب اس کے نیچے آ جاتے۔"

ذرا غور کریں! رسول کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کے پڑاؤ ڈالنے میں انتشار کو گوارا نہ فرمایا اور آج امت اسلامیہ زندگی کے ہر شعبے میں انتشار کا شکار ہو چکی ہے، اللہ دانائے الہ راہمون۔

صحابہ کا تعمیل ارشاد میں گوشت

سمیت ہانڈیوں کو اٹھل دینا

آنحضرت ﷺ حضرات صحابہ کو ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں اور باتوں سے روکتے تو ان کا رد عمل ان چیزوں اور باتوں سے یکسر اور یک لخت دور ہونے کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ ان پاک باز شخصیات کی سیرتوں میں اس قسم کے کتنے ہی دلائل و شواہد موجود ہیں انہی میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: (گھریلو) گدھے کھائے گئے۔" نبی ﷺ خاموش رہے۔ وہ شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا اور عرض کیا: "گھریلو) گدھے کھائے گئے۔" نبی ﷺ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ وہی شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کیا: "گھریلو) گدھوں کو ختم کر دیا گیا۔" آنحضرت ﷺ نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا: "بے شک اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ گھریلو گدھوں (کے کھانے) سے روکتے ہیں۔" اسی وقت ہانڈیوں کو اٹھلے اور جوش مارتے ہوئے گوشت سمیت زمین پر اٹھل دیا گیا۔"

یہ اعلان سن کر نبی کریم ﷺ کے ان پاک باز گچی محبت کرنے والے ساتھیوں کو حیلہ سازی یا گنجائش اور رخصت ڈھونڈنے کی نہ سوجھی اور وہ اس بارے میں کیسے اور کیوں کر سوچ سکتے تھے جب کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ راہ محبت کی مہادیات میں سے ہے کہ چاہنے والے کی خواہشات اپنے محبوب کے حکم کے تابع ہوتی ہیں۔

بزدلانہ پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت مستعد اور تیار رہتے ہیں۔ اس مشن کے لئے کسی قسم کی قربانی دینا ان کے لئے باعث سعادت اور سرمایہ افتخار ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا مشن یہ تھا کہ لوگوں کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور توحید کی طرف لایا جائے۔ غیر اللہ کی بندگی سے ہٹا کر بندوں کے تنہا رب کی بندگی پر لگایا جائے۔ اس مشن کی تکمیل کی خاطر آنحضرت ﷺ نے اپنی تمام توانائیاں، قوتیں اور صلاحیتیں صرف کرویں۔ اسی مقصد کے لئے اپنے سارے اوقات، وطن، مال اور جان کو لگا دیا۔ کلمہ اللہ کی سر بلندی اور کفر کو ختم کرنے کے لئے جہاد کرتے رہے۔ دین حق کی بالادستی کی خاطر ساری زندگی حق کے دشمنوں سے لڑتے رہے۔

آپ کے پاک باز سچے چاہنے والے حضرات صحابہ اس بارے میں بھی آپ ﷺ کے آسودہ حسہ کی پیروی کرتے آپ کے مشن کی تکمیل کی غرض سے اپنی ساری صلاحیتیں، توانائیاں اور قوتیں صرف کرتے دین اسلام کی سر بلندی اور نشر و اشاعت میں جان و مال کی قربانی سے قطعاً دریغ نہ کرتے اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان پاک بازوں کے نقش قدم پر چلنے والے سچے مہمان رسول موجود ہیں اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس چوٹی علامت کے متعلق آنحضرت ﷺ کے پاک باز صحابہ کے چند واقعات ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں۔

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا اپنی جان کو قربان کرنا

اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا

مگر کہ اُحد میں اسلامی صفوں میں اضطراب پیدا ہو گیا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس خبر سے متاثر ہو کر بعض صحابہ کافروں سے لڑائی چھوڑ کر ہٹ گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے: ”تمہیں لڑائی سے کس بات نے بٹھا دیا ہے؟“ انہوں نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔“ کہنے لگے: ”ان کے بعد تمہاری زندگی کس کام کی ہے؟“ اُنھوں نے اپنی جانوں کو قربان کر دیا جس کی خاطر انہوں نے اپنی جان

کیلئے بلائے جائیں تو ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہو ”ہم نے حکم سنا اور حکم مانا“ یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوئے۔

ایک عورت کا آنحضرت ﷺ سے وعید سن کر سونے کے دونوں نکلن اتار دینا

آنحضرت ﷺ کی اتباع کرنے والے صرف صحابہ ہی نہ تھے بلکہ آپ سے محبت کرنے والی ایمان دار صحابیات بھی اسی طرح آپ کی اطاعت کرتی تھیں۔ حضرت عہد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بیٹی کی کلائیوں میں سونے کے دو موئے نکلن تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟“ عورت نے عرض کیا: ”نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ سونے کے ان دو نکلنوں کی وجہ سے تمہیں جہنم کی آگ کے دو نکلن پہنائے جائیں؟ راوی کا بیان ہے: ”عورت نے وہ دونوں نکلن اتار کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے اور عرض کیا: ”یہ دونوں (نکلن) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں۔“

اللہ اکبر! عورت نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں ان نکلنوں کی زکوٰۃ ادا کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی ملکیت ہی سے دستبردار ہوتے ہوئے انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں اللہ کی راہ میں انہیں خرچ کر دیں۔

فصل نمبر ۵:

محبت رسول ﷺ کی چوتھی علامت
سنت کی تائید و شریعت کا دفاع

سب جانتے ہیں کہ کسی کے محبوب نے جس مشن کی تکمیل کی غرض سے اپنی جان و مال کو فدا کیا ہو اس کے چاہنے والے اس مشن کی خاطر اپنی جانوں اور مالوں کا

قرآن کر دی۔ اور اس کے بعد انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے دین حق کے دفاع اور کھڑے اللہ کی سربلندی کی خاطر اپنی جان کس طرح قربان کی؟

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ غزوہ احد کے دن جب عام لوگ پیچھے ہٹ گئے تو (انس بن نضر رضی اللہ عنہ) نے کہا: "اے میرے اللہ! میرے ساتھیوں نے جو کیا ہے، میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں اور جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے اس سے اظہار براءت کرتا ہوں۔" پھر آگئے بڑھے تو ان کی ملاقات سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان سے کہنے لگے: "اے سعد بن معاذ! جنت! رب نضر کی قسم! مجھے احد کے اس طرف سے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔"

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ سے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جو انہوں نے کیا میں وہ نہ کر سکا۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے متعلق) بیان کیا: "ہم نے دیکھا کہ ان کے جسم پر تلوار، اور نیزے کے ۸۰ سے زیادہ زخم تھے، اور وہ شہید ہو چکے تھے۔ مشرکوں نے ان کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹ دیئے تھے۔ ان کی ہمشیرہ کے سوا کوئی ان کی شناخت نہ کر سکا ان کی ہمشیرہ نے بھی (انھیں کی) پوروں سے ان کی پہچان کی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم یہ سمجھتے یا گمان کرتے تھے کہ انس (ابن نضر) رضی اللہ عنہ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تھی: (مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ) الی آخر الایہ "ایمان والوں میں سے کتنے مرد ہیں کہ جس بات کا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس کو بچ کر دکھایا" رضی اللہ عنہ وارضاه

صدیق رضی اللہ عنہ کا سنگین حالات کے باوجود

مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف جہاد

جب مانعین زکوٰۃ کا معاملہ درپیش آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ حالات کی سنگینی

اور ناسازگاری کے باوجود نبی کریم ﷺ سے گچی محبت کرنے والے ان کے خلاف جہاد کے بارے میں اپنے پختہ ارادے اور ٹھوس عزم کا اظہار ان الفاظ فرماتے ہیں:

والله لو منعوني عقلا كانوا يؤذونه الى رسول الله ﷺ لقاتلتهم على منعه
"اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مال زکوٰۃ کی ایک رسی بھی روکی جسے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے تو میں اس ایک رسی کے حصول کی خاطر بھی ان کے خلاف جہاد کروں گا۔" اور پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بعض مرتد قبائل کے مدینہ طیبہ پر حملے کے ارادے کی خبر ہوئی تو خود نکو اور سونتے ہوئے ان کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "میرے باپ ہاتھ میں برہنہ تلوار لئے ہوئے اپنی سواری پر ذی القضہ کی طرف روانہ ہوئے۔" اور جب ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی کہ وہ کسی کو اپنا نائب نامزد کر کے مرتدین کے خلاف جہاد کے لئے روانہ کریں اور خود مدینہ طیبہ ہی میں تشریف رکھیں تو انہوں نے بایں الفاظ اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے جواب دیا:

لا والله الا افعل، ولا واسينكم بنفسی

"نہیں، اللہ کی قسم! میں ایسے نہ کروں گا۔ میں اپنی جان کے ساتھ تمہارا تعاون کروں گا۔"

سچا محبت اس بات کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ جس دین حق کو اس کے محبوب حضرت محمد ﷺ لے کر آئے، وہ دین تو اس کو آوازیں دے رہا ہو اور وہ چین سے بیٹھا رہے؟ شریعت اسلامیہ کی مدد کی پکار کا لوں میں پڑنے کے بعد وہ کس طرح دشمنوں کے مقابلے میں نکلنے سے گریز کر سکتا ہے؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے مقابلے میں ہماری کیفیت کیا ہے؟ کیا ہم دین حق کی مشرق و مغرب سے آنے والی چیخ و پکار کو نہیں سن رہے؟ کیا شریعت اسلامیہ کی دنیا کے گوشے گوشے سے اٹھنے والی صدائیں ابھی تک ہمارے بے حس کانوں سے گزر کر ہمارے نیم مردہ دلوں تک نہیں پہنچیں؟ اس پکار پر لبیک کہنے والے کتنے لوگ ہیں؟ نبی کریم ﷺ کی محبت کے دعوے کے باوجود کیا ہم میں سے بعض کے بارے میں اس بات کا خدشہ نہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان چسپاں ہو:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا
وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَانُوا لِنِعْمِ
بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْفَقِلُونَ.

”ان کے دل ایسے ہیں جن سے وہ (دین و آخرت کی باتیں) نہیں سمجھتے ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے (ہدایت کا راستہ) نہیں دیکھتے۔ ان کے کان ایسے ہیں جن سے (حق کی بات) نہیں سنتے۔ یہ لوگ چار پاپوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“

معمر کہ یرموک میں چار سو مسلمانوں کی موت پر بیعت

معمر کہ یرموک میں کہ چار صد سچے محبت دین حق کے دفاع اور کلمۃ اللہ کی سر بلندی اور فتنہ فساد کی سرکوبی کی خاطر موت پر بیعت کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عثمان غسانی سے ان کے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ: عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل نے (معمر کہ یرموک کے موقع پر) کہا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بہت سے مقامات پر (ڈٹ کر) لڑائی کی۔ اور اب تمہارے (کافروں) مقابلے میں راہ فرار اختیار کروں؟“ چار سو سرکردہ مسلمانوں اور سواروں نے ان کے چچا حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور سمیت ان کی بیعت کی۔ پھر انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے ثابت قدمی اور استقلال سے دشمن کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ سب زخمی ہو کر گر پڑے اور ان میں کتنے حضرات نے دیں اپنی جانوں کو بچھا کر دیا۔“

نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی اپنی شہادت

کے ساتھ مسلمانوں کی فتح کی دعا

معمر کہ نہاوند میں کہ ایک اور سچا محبت دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہادت کے ساتھ مسلمانوں کی فتح دے۔ حافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ: جب معمر کہ نہاوند میں دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اگر میں قتل ہو گیا تو

موت کی میری طرف پلٹ کر نہ دیکھے اور میں ایک دعا کرنے لگا ہوں۔ تم میری اس دعا پر آمین کہنا۔“ پھر انہوں نے دعا کی:

”اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الشَّهَادَةَ بِبَصَرِ الْمُسْلِمِينَ“

”اے میرے اللہ! میری شہادت کے ساتھ مسلمانوں کو فتح نصیب فرما۔“

لوگوں نے ان کی دعا پر آمین کہی۔ اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید کئے گئے

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: ”اے میرے

اللہ! اپنے دین کو سر بلند فرما۔ اپنے بندوں کی بددعا فرما۔ اور اپنے دین کی سرفرازی اور بندوں کی نصرت کے لئے نعمان کو پہلا شہید بنا۔“

کتی عظیم اور شان والی ہے یہ دعا! ایسی دعا کی سعادت ہر کس و نامس کو تو نصیب نہیں ہوتی۔ صبر کرنے والے اور بڑے نصیب والے ہی اس سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ.

جانیں فدا کرنے کی خاطر مسلمانوں کا اشتیاق

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی ایک تقریر جو انہوں نے شاہ اسکندر یہ متوقس کے سامنے کی اور جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے سچے دعوے داروں کے ان جذبات صادقہ کا اظہار کیا جو کہ وہ فتنہ کی سرکوبی اور دین حق کی سر بلندی کی خاطر اپنی جانوں کو بچھا کر کرنے کے بارے میں رکھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

”ہم میں سے ہر ایک صبح و شام اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شہادت نصیب فرمائے اور اس کو اس کے وطن اور اہل و عیال کی طرف واپس نہ بلٹائے ہم میں سے کسی کی بھی منزل پیچھے نہیں ہم سب تو اپنے اہل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکے ہیں۔ اور ہماری منزل تو آگے ہے۔“

فصل نمبر ۶:

اتباع نبی کریم ﷺ اور اسکی برکات

گذشتہ صفحات میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی چند علامات ذکر کی گئی ہیں۔ جس کی روشنی میں ہر شخص اپنا محاسبہ کر سکتا ہے کہ ان علامات میں وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ دعویٰ محبت میں کتنا سچا ہے ان علامات کی وضاحت کے لئے ذکر کئے گئے حضرات صحابہ کے چند واقعات محبت نبوی ﷺ کی صحیح سمت متعین کرنے کے لئے کافی شافی ہیں۔

اس فصل میں نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی اتباع، ان کی اہمیت اور ان پر عمل کرنے کا طریقہ کار ذکر کیا جائے گا۔ اس آسان طریقے کے چند ارکان اور لوازم ہیں جن میں سے سب سے پہلا کام اتباع سنت ہے یعنی نبی کریم ﷺ کے ساتھ سرور و دو عالم ﷺ کی سنت اتباع۔ اور جتنے معاملے کے طریقے ہیں وہ سب بزرگان دین نے اپنے تجربات کی روشنی میں بنائے ہیں لیکن اتباع سنت ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ منزل تک آسانی کے ساتھ پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔ "ان کنتم تصحبون اللہ فاتبعونی"۔ (آل عمران آیت ۳۱) حضور ﷺ سے فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کریں۔ یعنی نبی کریم ﷺ کی اتباع کریں۔ بحسبکم اللہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم سب محبوب بنالے گا۔

اتباع سنت کی خاصیت

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی صاحب فرماتے ہیں کہ اتباع سنت کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں محبوبیت ہے اور محبوبیت کا خاصہ ہے کہ جب انسان اتباع سنت کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں "اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من یشاء" (آیت نمبر ۱۳ سورہ شوریٰ) اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اس شخص کو جو اللہ

تعالیٰ سے رجوع کرے۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں اتباع سنت میں محبوبیت کی خاصیت ہے اور اس کی خاصیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص بھی اتباع سنت کے راستے پر چلے گا اللہ تعالیٰ خود اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا ہمارے بزرگ فرماتے ہیں اتنے لمبے عبادات اور ریاضتیں کیسے کرو گے؟ البتہ ایک کام یہ کر لو کہ اپنی زندگی کو اتباع سنت کے سانچے میں ڈھال لو گویا تہہ پاری صبح سے لے کر شام تک کی زندگی نبی کریم ﷺ کے سنت کی پیروی میں بسر ہونی چاہیے۔

اتباع سنت کچھ مشکل نہیں

اتباع سنت کے یہ معنی ہیں کہ زندگی کے ہر کام کو اس طریقہ سے انجام دینا جو طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ نے تجویز فرمایا اور جس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ یہ ہے اتباع سنت۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں سنت پر عمل پیدا ہونا یہ بھی تو بڑا مشکل کام ہے۔ ہمارے حضرات نے اس کا بھی طریقہ تجویز کر دیا اب کوئی آدمی کرنا ہی نہ چاہے تو وہ بات الگ ہے لیکن طریقہ تو ہمارے بزرگوں نے بتا دیا کہ ایک ہی دن میں اور ایک ہی رات میں ساری سنتوں کو تم شائد نہ کر پاؤ لیکن اس راستے کی طرف چلنا شروع کرو۔

صرف زاویہ نگاہ بدلنے کی بات ہے

جو کام آپ صبح سے شام تک کرتے ہی ہیں ان میں صرف زاویہ نگاہ کو بدلنے کی بات ہے۔ ان کاموں کو جو آج بھی کر رہے ہیں اتباع سنت کی نیت سے انجام دینا شروع کریں۔ آپ کھانا کھاتے ہیں لیکن غفلت کی حالت میں کھاتے ہیں صرف ایک بات ذہن میں ہونی ہے کہ بھوک لگ رہی ہے چلو لذیذ سے لذیذ کھانے کھا کر بھوک مٹاؤ۔ اس خیال کو تھوڑا سا بدل لیں کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کا حق بنایا ہے کیونکہ

"ان لنفسک علیک حقا"

حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے نفس کا تم پر حق ہے "اگر تم اپنے نفس کو کھانا نہ دو اور قاتلے مکرر چائیں۔ کھانا موجود ہے مگر تم نہیں کھاتے اور فاقوں کی وجہ سے موت

واقع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ ہو جائے گی۔ ہم نے جو تم کو تمہارا نفس امارت دی تھی تم نے اس کو بھوکا کیوں مارا؟ معلوم ہوا اس نفس کو کھانا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

کھانا کھاتے وقت اتباع سنت کی نیت کر لیں

چونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی کھانا تناول فرمایا تو کھانا کھاتے وقت یہ تصور کر لیں کہ نبی کریم ﷺ بھی کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے۔ اور کھانے کے بعد یہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ ”الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين“۔ (رواہ الترمذی عن ابی سعید الخدری) کھانے کے وقت یہ نیت کر لی کہ میں اپنے نفس کا حق ادا کر رہا ہوں اور دوسرا یہ کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کھانا کھایا کرتے تھے اس طریقے پر کھانا کھا رہا ہوں، تو اس طرح کھانے کے طریقہ میں اتباع سنت حاصل ہوگی۔

گھر جاتے وقت اتباع سنت کی نیت کر لیں

جب گھر جاتے ہیں تو بیوی بچوں سے یقینا باتیں کرتے ہیں لیکن نیت یہ کر لیں کہ نبی کریم ﷺ جب بھی گھر آتے تو گھر والوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ان سے خوش طبعی سے باتیں بھی کرتے تھے رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں کی کہانی سنارہے ہیں کہ اے عائشہ یمن کے اندر گیارہ عورتیں تھیں انھوں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ ہر عورت اپنے شوہر کا حال بیان کرے گی۔ غرض پورا واقعہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنایا جو بخاری شریف میں آیا ہے۔

(رواہ البخاری و الترمذی عن عائشہ)

حضرت عائشہ کی دل داری

حضور ﷺ حضرت عائشہ سے فرما رہے ہیں کہ باہر مسجد نبوی کے صحن میں حبشی لوگ نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں تم دیکھنا چاہتی ہو؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہاں میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ وہیں کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کندھے کے پیچھے کھڑا کر لیا کہ یہاں سے دیکھ لو تا کہ پردہ بھی برقرار رہے۔ حضور نبی

کریم ﷺ کو مظاہرے سے دلچسپی نہیں تھی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل داری کی خاطر حضور ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا عائشہ جلیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا نہیں یا رسول اللہ ابھی اور دیکھوں گی۔ (رواہ البیہقی عن عبد اللہ بن مسعود) آپ ﷺ اور کھڑے ہوئے اور فرمایا ”خیار کم خیار کم لسانہم وانا خیار کم لسانہی“۔ (رواہ الترمذی حدیث نمبر ۱۱۷۲) تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اور میں اپنی عورتوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔

ہر کام میں اتباع سنت کی نیت کر لیں

ہنسی مذاق بھی کریں تو دل میں یہ نیت کر لیں کہ حضور ﷺ بھی گھر والوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ لہذا میں اتباع سنت کی خاطر یہ کام کر رہا ہوں آپ بھی بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور جب گھر جاتے ہیں تو بچہ اچھا لگتا ہے اور آپ گود میں اٹھالیتے ہیں مگر یہ سب غفلت کے عالم میں کرتے ہیں اب گھر جاؤ یہ تصور کر لو کہ حضور نبی کریم ﷺ بچوں کے ساتھ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے ہیں آپ ﷺ نے دیکھا حضرت حسنؓ اور حسینؓ لڑھکتے ہوئے مسجد کی اندر آ رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ممبر سے نیچے اتر کر ان کو گود میں اٹھالیا کیونکہ آپ کو بچوں کے ساتھ بہت محبت تھی۔ آج یہ سوچیں کہ میں یہ کام نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع میں کر رہا ہوں تو یہ عمل اتباع سنت کے سانچے میں ڈھل جائے گا۔

صحابہ کرام کی اتباع سنت

صحابہ کرامؓ نے جو مقام حاصل کیا وہ اتباع سنت سے کیا اور ان کے اتباع کا جذبہ ایسا تھا کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی ایسی کوئی ادا نہیں چھوڑی جس کو اپنی زندگی میں اپنایا نہ ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا واقعہ حدیث میں آتا ہے آنحضرت ﷺ مسجد میں خطبہ دے رہے ہیں بعض لوگ کنارے پر کھڑے ہو کر سن رہے تھے حضور ﷺ نے دیکھا کچھ لوگ کھڑے ہوئے ہیں یا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ اتفاق سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اس وقت ابھی گھر سے آ رہے تھے، ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ سڑک پر آپ ﷺ کی آواز کان میں پڑی کہ ”بیٹھ جاؤ“ وہیں سڑک پر بیٹھ

گئے۔ فرماتے ہیں جب یہ سنا تو قدم اٹھانے کی مجال نہ ہوئی۔ (رواہ ابوداؤد و عن جابر) اس اتباع کی برکت سے صحابہ کرامؓ نے سب کچھ حاصل کیا آج بھی حاصل کرنے کا یہی راستہ ہے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔

اتباع سنت کی اہمیت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نظر میں

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم ظاہر عطا فرمایا۔ یعنی یہ علم حدیث تفصیل کے ساتھ حاصل کر چکا تو خیال آیا کہ صوفیہ کرام جو علوم لئے بیٹھے ہیں ان کو بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ کیا علوم ہیں۔ صوفیہ کرام کے جو سلسلے ہیں چشتیہ وغیرہ وہ سارے میں نے حاصل کئے اور جو طریقے انہوں نے بتائے ہیں سب پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجے میں مجھے ایسا مقام عطا فرمایا کہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔ لوگ کہیں گے کہ یہ خود نمائی کر رہا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے مجھے اس مقام تک پہنچایا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مجھے خلعت پہنایا اور فرمایا کہ میں اس سے بھی آگے اس مقام تک پہنچا کہ اگر میں اس کی تفصیل بیان کروں تو فقہاء کہیں گے کہ یہ کافر ہو گیا اور صوفیاء کہیں گے یہ زندقہ ہو گیا۔ لیکن وہ مقامات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ان سارے مقامات کو حاصل کرنے کے بعد میں ایک ایسی دعا کرتا ہوں ان شاء اللہ جو اس دعا پر آمین کہے گا اس کی بھی نجات ہو جائے گی۔ دعا یہ ہے "اے اللہ مجھے اتباع سنت کی زندگی عطا فرما اور اسی پر مجھے موت عطا فرما اور اتباع سنت ہی کے حال میں میرا حشر فرما آمین" یا درکھیں! لوگ جو کچھ کرامات والہام وغیرہ بیان کرتے ہیں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ جو کچھ مقام اور مرتبہ ہے وہ اتباع سنت ہی کا ہے۔ بنیادی بات اتباع سنت کی فکر پیدا کرنا ہے یہ کام سوچنے کا نہیں کرنے کا ہے

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اہلیہ کے اتباع سنت کا اہتمام دیکھنے کے بعد میں نے یہ کام کیا کہ اپنی زندگی کا جائزہ لیا۔ سارے کام چھوڑ کر تین دن اس کام میں صرف کیے کہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا جائزہ لیا کہ کوئی سنت پر عمل کرتا ہوں اور کوئی سنت پر عمل نہیں کرتا اور جس پر نہیں کرتا اس پر عمل شروع کر دوں فرماتے ہیں الحمد للہ تین دن کی محنت کے بعد راول عمل صاف ہو گئی اور اس کے بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ باقی سنتوں پر عمل کروں گا۔

لہذا یہ کام سوچنے کا نہیں کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس طریقہ کار پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

نبی کریم ﷺ کی محبت کا ثمرہ

یہ تو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ ہماری محبت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم نا کارہ لوگ آپ سے محبت کریں نہ کریں، اس سے آپ کی عزت و عظمت اور رفعت و بزرگی میں نہ کچھ اضافہ ہوگا اور نہ کمی واقع ہوگی وہ تو کائنات کے خالق، مالک، رازق اور نظام چلانے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان کا مقام و مرتبہ تو رب ذوالجلال کے ہاں اتنا عظیم اور بلند ہے کہ جو ان کی اتباع کرے وہ اسے بھی اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

مولائے کریم خود ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

ترجمہ: "کہہ دیجئے اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

نبی کریم ﷺ سے محبت کا فائدہ محبت ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سرفراز و سر بلند ہوتا ہے۔

يَا رِبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

باب نمبر ۴

اکابر اُمت اور اتباع سنت

اکابر اُمت کے محبت رسول ﷺ اور اتباع سنت کے واقعات

گذشتہ صفحات میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی اہمیت، اسباب اور محبت نبوی سے حضرات صحابہ کرام، صحابیات کے واقعات محبت کی علامات و برکات کے متعلق لکھا گیا، لیکن حضور پر نور علیہ السلام سے عقیدت و محبت کی یہ داستان صرف خیر القرون تک محدود نہیں رہی بلکہ ہر زمانہ حضرات صحابہ کرام کے عہد مبارک کی یادیں تازہ کرتا رہے گا۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ عقیدت و محبت کا یہ سلسلہ خیر القرون کے لئے تھا اس وقت حالات کا تقاضا کچھ تھا اب دنیا ترقی کر گئی ہے اس لئے ہر دور میں اللہ پاک ایسی نفوس قدسیہ پیدا فرماتے رہتے ہیں جن کے ذریعے خیر القرون کی بہاریں دیکھی جاسکتی ہیں اللہ پاک ہم سب کو علماء حق سے وابستہ فرمائے اور اتباع سنت کی توفیق سے نوازے آمین۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت

ابوبکر صدیق سے جا کر ملتا ہے۔ آپ برصغیر کی مرکزی علمی و عملی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اول اور عارف باللہ حضرت حاجی ادا اللہ صاحب مہاجر مکی کے مرید و حجاز تھے۔ حضرت حاجی صاحب، حضرت نانوتوی کے تعلق فرمایا کرتے تھے کہ:

حق تعالیٰ اپنے بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان (زبان) عطا کرتے ہیں چنانچہ حضرت شمس تبریزیؒ کو مولانا رومؒ لسان عطا ہوئے انہوں نے شمس تبریزی کے علوم کو کھول کھول بیان فرمادیا اسی طرح مجھ کو مولوی محمد قاسم لسان عطا ہوئے ہیں۔ (سوانح قاسمی جلد ۱ ص ۲۹۳ و حسن العزیز ص ۳۸۲)

محبت کا پہلا قرینہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی جب حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے فراغت کے بعد جب مدینۃ الرسول ﷺ کی طرف روانگی ہوئی تو دربار حبیب سے کئی میل دور ہی گنبد خضراء پر نظر پڑتے ہی اپنا جوتا اتار لیا حالانکہ وہاں سے راستہ نوکدار پتھر کے ٹکڑوں سے بھرا تھا مگر آپ کے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ دیار حبیب میں جوتا پہن کر چلا جائے نامعلوم کس مقام پر حضور پر نور ﷺ کے اقدام مبارک پڑے ہوں اور میری کیا خیال کہ میں جوتا پہن کر اس مقام پر چلوں۔

گلاب سے محبت کی وجہ

ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کو گلاب سے زیادہ محبت تھی جانتے بھی ہو کیوں تھی؟ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے فرمایا کہ ہاں حدیث ضعیف ہے مگر نبی تو حدیث۔ (ارواح غلاش)

کیا یہ عشق و محبت کی معراج نہیں؟ کہ گلاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک تعلق ہے اس لئے حضرت کو سب سے زیادہ محبوب ہے اس حدیث کی صحت اور ضعیف سے اس وقت بحث نہیں بتلانا صرف یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عقید و محبت تھی۔ (محدثین کا قاعدہ ہے کہ ضعیف روایت بالخصوص جب

احیائے سنت

حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ تم اپنی بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو، قرآن پاک میں بھی ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی ایک ہمیشہ ۹۰ سال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں آپ کو پتہ چلا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے کچھ دن گزر گئے تو پھر دوبارہ اپنی بہن کے پاس گئے اور کہنے لگے، بہن! میں آپ کے پاس ایک بات کرنے آیا ہوں بہن نے کہا بتاؤ بھائی، کیا بات ہے؟ حضرت فرمانے لگے کہ میرے آقا ﷺ کا فرمان ہے کہ تم بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو، آپ میری اس بات کو مان لیجئے اور نکاح کر لیجئے میں جانتا ہوں کہ اس عمر میں آپ کو ازدواجی زندگی کی ضرورت نہیں ہے مگر قاسم نانوتویؒ کو سنت پر عمل کی توفیق ہو جائے گی۔ بہن رونے لگ گئیں، آپ نے اپنی پگڑی کو اتار اور بہن کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ تیری وجہ سے مجھے حضور اکرم ﷺ کی ایک سنت پر عمل کی توفیق نصیب ہو سکتی ہے چنانچہ ۹۰ سال کی عمر میں اپنی بہن کا ایک اور نکاح کر دیا، اللہ اکبر! اجازت سنت کا اتنا اہتمام تھا۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ جب حج پر گئے تو آپ نے راستہ میں حضور ﷺ کی محبت میں کچھ اشعار لکھے۔ وہ بھی آپ کو سنا چلوں، فرماتے ہیں:

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہوسگان مدینہ میں میرا شمار
جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مورومار

کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! نجات کی امیدیں تو بہت ہیں مگر سب سے بڑی امید یہ ہے کہ مدینہ کے کتوں میں شمار ہو جائے، اگر جیوں تو مدینہ کے کتوں کے ساتھ پھرتا رہوں اور اگر مروں تو مدینہ کے کیزے کوڑے مجھے کھا جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایسی شدید محبت دل میں تھی۔

احترام روضہ مبارک

ایک آدمی آپؐ کی خدمت میں آیا، اس نے سبز رنگ کا جو تا پیش

کہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے فضائل میں معتبر ہوتی ہے، فضائل درود شریف حضرت شیخ الحدیث ص ۴۱) مگر عقائد کا معاملہ اس سے مختلف ہے عقائد کے لئے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہوگا۔

عشق و محبت کی معراج

حضرت نانوتویؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی تعلق کتنا تھا؟ آپ کے نام اقدس کی ان کے دل میں کس قدر عظمت تھی۔ اس کا اندازہ کیجئے کہ امام گرامی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سن کر لرزہ بدن میں پڑ جاتا تھا اور پھر وہ رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور ایک عجیب حالت نمایاں ہوتی تھی جو معرض بیان میں نہیں آسکتی۔ (سوانح قاسمی جلد ۱ ص ۲۸۲)

کثرت درود و سلام

حضرت نانوتویؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی خود بھی کثرت فرماتے تھے اور اپنے معتقدین و متوسلین کو بھی اسی کی نصیحت و نصیحت فرماتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ درود شریف کی جتنی کثرت ہو سکے اتنی بہتر ہے۔ (مکتوبات اکابر ص ۵۴)

جان جائے پر سنت نہ جائے

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو کون نہیں جانتا کہ وہ علم کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان کے پیچھے انگریز لگا ہوا ہے، چاہتا ہے کہ جان سے مار ڈالوں آپ کو بھی پتہ چل گیا۔ رشتہ داروں نے کہا، حضرت! آپ کہیں چھپ جائیں تاکہ آپ کا سبک دلی آپ نے بات مان لی، لہذا چھپ گئے، ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ پھر باہر پھرتے نظر آئے۔ پھر کسی نے کہا جان کا معاملہ ہے، آپ کو چاہئے کہ ذرا اوچھل ہو جائیں، فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی حدیث پر نظر ڈالی، مجھے پوری زندگی میں حضور ﷺ تین دن غار میں چھپے نظر آتے ہیں میں نے اس سنت پر عمل کر لیا ہے اب باہر آ گیا ہوں چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

نبی کریم ﷺ کے ارشادات پڑھے مگر ہمارے دل میں اتنا اہتمام نہیں ہے۔
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

مدینے کی ہوا

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فقید وقت تھے، ایک آدمی حج سے واپس آیا اور وہاں سے کچھ کپڑے لایا، اس نے وہ کپڑے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے جب اسے لیا تو اسے چوما اور اپنے سر کے اوپر رکھ لیا، جیسے بڑی عزت والی کوئی چیز ہو، طلباء بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کیا، حضرت! یہ تو فلاں ملک کا بنا ہوا کپڑا ہے، مدینہ کے لوگ خرید کر آگے فروخت کرتے ہیں فرمایا میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ مدینہ کا بنا ہوا نہیں ہے مگر میں تو اس لئے اس کی عزت کرتا ہوں کہ اسے مدینے کی ہوا لگی ہوئی ہے۔

سنت سے محبت

حضرت گنگوہیؒ کا سنت مصطفویہ کے ساتھ عشق اس درجہ کامل اور فائق تھا کہ آپ کو عربی مہینوں کے اسماء چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینوں کے ناموں کا استعمال بھی گراں گذرتا تھا، مولانا محمد اسلمیل صاحب حضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ کسی شخص نے پوچھا کہ گوالیار کب جاؤ گے انہوں نے جواب دیا جولائی کی فلاں تاریخ کو حضرت گنگوہیؒ نے تاسف کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اور ماہ تاریخ نہیں ہے جو انگریزی مہینوں کا استعمال کیا جائے۔

فرمان نبی پر یقین

ایک مرتبہ وعظ کے دوران فرمایا: میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے ہی مجھے وہ یقین عطا فرمایا تھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور جمعہ کا وقت آ جاتا تو کھیل چھوڑ کر جاتا اور لڑکوں سے کہہ دیتا کہ میں نے اپنے ماموں سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمین جمعہ کو چھوڑنے سے آمی منافق کھسا جاتا ہے، لوگوں کو کہتا ہوں کہ آخر مسلمان ہیں، خدا اور رسول پر یقین ہے، پھر ایسے غافل کیوں ہیں؟ جس فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگ بڑے ہو کر غفلت برتتے ہیں

کر دیا۔ حضرت نے وہ جوتا لے تو لیا مگر اس کو گھر میں رکھ دیا، کسی نے بعد میں پوچھا، حضرت! فلاں نے بہت اچھا جوتا دیا تھا، علاقہ میں اکثر لوگ پہنتے ہیں، خوب صورت بھی بنا ہوا تھا فرمایا، میں نے جوتا لے تو لیا تھا کہ اس کی دل جوئی ہو جائے مگر پہنا اس لئے نہیں کہ دل میں سوچا کہ میرے آقا ﷺ کے روضہ اقدس کا رنگ سبز ہے اب میں اپنے پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں۔

آپؐ حرم تشریف لے گئے، آپؐ بہت نازک بدن تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ آپؐ ننگے پاؤں مدینہ کی گلیوں میں چل رہے ہیں اور پاؤں کے اندر سے خون رستا چلا جا رہا ہے کسی نے پوچھا حضرت جوتے پہن لیتے فرمایا ہاں پہن تو لیتا، لیکن جب میں نے سوچا کہ اس دیار میں میرے آقا ﷺ چلا کرتے تھے تو میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ قاسم اس کے اوپر جوتوں کے ساتھ چلتا پھرے، کیسے دیوانے اور پروانے تھے رسول اللہ ﷺ کے۔

ہمارے اکابر کا فقید المثل عقیدہ

ہمارے اکابر نے اپنا عقیدہ لکھا ہے، ذرا دل کے کانوں سے سنیں تاکہ پتہ چل سکے کہ ان پر بہتان لگانے والے کتنی غلط فہمی کا شکار ہیں ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک میں جو مٹی لگ رہی ہے، وہ اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے۔

حکیم الامت کی اہلیہ اور اتباع سنت کا اہتمام

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ، نے ایک مرتبہ فرمایا کچھ دن تک جب بھی میں گھر جاتا تو دیکھتا کہ لوکی پکی ہوئی ہے تو میں نے اپنی اہلیہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آپ روزانہ لوکی پکاتی ہیں۔ تو انہوں نے کہا میں نے کتاب میں پڑھا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو لوکی پسند تھی (رواہ البخاری و مسلم عن انسؓ) جب میں نے یہ پڑھا تو میں نے نوکر کو ہدایت کی کہ بار بار میں لوکی ملتی ہو تو لوکی ضرور لایا کرو۔ تاکہ نبی کریم ﷺ کا کھانا گھر میں پکنا رہے۔ حضرت فرماتے ہیں جب میں نے اپنی اہلیہ کے منہ سے یہ بات سنی تو میرے بدن پر ایک جھرجھری سی آگئی، اس خیال سے کہ اس عورت کو نبی کریم ﷺ کی ایک سنت عادیہ کا اتنا اہتمام ہے کہ جب تک لوکی بازار میں ملتی رہے لایا کرو۔ اور ہم علم کے دعوے دار ہیں ہم نے حدیثیں پڑھیں اور

فانوی حضرت گنگوہی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت گنگوہی کو دیکھا کہ بروقت درود شریف کا ورد فرماتے تھے اور بات بہت کم کرتے تھے۔

(وعظ النور ص ۲۰)

ہردم نام محمد کا لے

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرا نام میرے والدین نے کالے رکھا تھا۔ لوگوں نے محمد کا لے کہنا شروع کر دیا اب اسی نام سے معروف ہوں میرا بی چاہتا ہے کہ کوئی میرے نام کی تصحیح کہے، میں نے بہت سے علماء سے پوچھا ہے مگر وہ کوشش بسیار کے باوجود کچھ نہیں کہہ سکے۔ آپ نے فی البدیہہ فرمایا کہ تمہارے نام کی تصحیح کبھی بہت آسان ہے اس نے پوچھا کہ کون سی؟ آپ نے فرمایا ”ہردم نام محمد ﷺ کا لے“

شیخ الہند مولانا محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ

عمل بالحدیث

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن گنگوہی قدس سرہ کا معمول تھا کہ دُوروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے، کسی شاگرد نے عرض کیا حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے حضرت نے فرمایا ہاں بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے، مگر بیٹھ کر پڑھنا حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔

اتباع سنت امر طبعی کے درجے میں

حیات شیخ الہند ص ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ کوئی قول و فعل خلاف شریعت ہونا تو دور کنار، بدقول خدمت میں رہنے والے خادم بھی یہ نہیں بتا سکتے کہ کوئی ادنیٰ سافل بھی آپ سے خلاف سنت سرزد ہوا، دن ہو یا رات، صحت ہو یا مرض، سفر یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں حضرت کو اتباع سنت کا خیال تھا، خود بھی عمل کرتے اور اپنے متبعین متوسلین کو بھی قولا و عملا اسی کی ترغیب دیتے اور رفتہ رفتہ عمل بالسنۃ حضرت کے لئے ایک امر طبعی ہو گیا تھا جس میں کسی تکلیف و تحریک کی ضرورت ہی نہ تھی نہایت سہولت

غور فرمائیے حضرت گنگوہی اپنے بچپن میں کتنا خیال فرماتے تھے اور کیسا پختہ یقین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر رکھتے تھے یہ حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ جسے اپنا بنانا چاہیں بچپن ہی سے اس کے آثار واضح ہونے شروع ہو جاتے ہیں یہی حال حضرت کا تھا اور اسی کا اثر تھا کہ حضرت اپنے خدام و متوسلین کو اتباع سنت کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ: سب کو محض فضل حق تعالیٰ کا جاننا چاہئے اور اپنے پر شکر اور عبادت افعال لازم ہے اور اُمیدوار رحمت حق تعالیٰ کا رہنا چاہئے اور اتباع سنت کا بہت بہت خیال رہے۔ (مفارضات رشیدیہ ص ۱۹)

بہترین دستور العمل

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: اتباع سنت کا خیال ہر امر پیش نظر رہے کہ اس کے برابر کوئی امر دنیا میں رضائے حق تعالیٰ کے واسطے نہیں، قال اللہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں، اس دستور العمل سے زیادہ بہتر کوئی دستور العمل نہیں پایا۔ (مفارضات رشیدیہ ص ۲۵)

اتباع سنت کی وصیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی فرماتے ہیں کہ! حضرت گنگوہی کے وصیت نامہ میں بہت زور سے لکھا ہے کہ اپنی آل اولاد و دوستوں کو بتا کید وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو بہت ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں تھوڑی سی مخالفت کو بھی اپنا بہت سخت دشمن جانیں۔ (اکابر علماء دیوبند ص ۲۹)

درود شریف کا التزام

حضرت گنگوہی اپنے متوسلین و معتقدین، احباب و تلمذین کو درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے، اور درود شریف کو دارین کے لئے مفید بتلاتے تھے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

درود شریف کا التزام رکھو کہ حاجت دارین کے واسطے نہایت مفید ہے۔ (مکتوبات اکابر دیوبند ص ۵۶ معراج یکڈ پو دیوبند) حضرت حکیم الامت مولانا

ومتانت سے سنن و مستحبات کو ملحوظ رکھتے تھے۔ مگر یہ نہیں کہ ہر وقت ہر فعل پر حاضرین کے جتنا نے یا ان سے واد لینے کے لئے حدیث پڑھ کر سنائیں یا عمل کریں۔

نیا پھل کسی نے پیش کیا تو خوشبو سونگھی، آنکھوں سے لگایا پھر کسی بچہ کو پکارا اور اس کو دیدیا، اور کبھی کبھی یہ دیکھنے کے حیلہ سے کہ بارش ختم ہوگئی یا نہیں ۲۰ چار قطرے سر اور جسم پر لیکر حدیث عہد ہوسبی کا لطف اٹھالیا، ایک روز مولانا میاں اصغر حسین صاحب کی عیادت کو تشریف لائے اور صرف مصافحہ کر کے واپس ہونے لگے میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بھی آج ہی حدیث پر عمل کرنا تھا۔ تبسم فرما کر فوراً پڑھ دیا "العبادة فواقی نالقة"۔

تاثیر ایمان

اسی میں ص ۱۱۸ پر لکھا ہے کہ مالٹا کی حراست کے زمانہ میں اگرچہ مسافر پر قربانی نہیں اور قیدی پر تو ذبح کرینی بھی اجازت نہیں تھی مگر حضرت کا معمول ہندوستان میں کئی کئی قربانیاں کرنے کا تھا، یہ جذبہ حضرت کو پیش آیا اور محافظان جیل کو اطلاع کی کہ ہمیں قربانی کی اجازت دی جائے اور جانور مہیا کیا جائے، دل کی نگلی ہوئی بات اثر کئے بغیر نہیں رہتی، محافظوں پر اثر ہوا اور ایک دن سات گنا میں خرید کر دیا جس کی قیمت حضرت نے بہت طیب خاطر سے ادا کی اور اس دارالکفر میں جہاں زوال سلطنت اسلامیہ کے بعد کبھی اس سنت ابراہیمی کے ادا ہونے کی نوبت نہ آئی ہوگی دسویں ذی الحجہ کو بلند آواز سے بگیر کہہ کر قربانی کر کے واضح کر دیا کہ مومن علوہمت ہو تو زنداں میں مستحبات بھی ادا ہو سکتے ہیں۔

یہ تھے عاشق سنت

حدیث پاک میں سرکہ کے متعلق آیا ہے کہ بہترین سالن ہے حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں جب بھی دسترخوان پر سرکہ ہوتا تو سب چیزوں سے زیادہ اس کی طرف رغبت فرماتے، اور کبھی گھونٹ بھی بھر لیتے۔ ایک مرتبہ بدن پر پھنسیاں وغیرہ نکل آئیں اطباء نے سرکہ کو منع کر دیا، پھر بھی حضرت سرکہ نوش فرمائی لیتے، حضرت نے اپنی چاروں صاحبزادیوں کی شادی اپنے استاد حضرت نانوتویؒ کے طرز پر ایسی ہی سادگی اور اتباع سنت سے کی جو حضرت جیسے محدث اعظم اور عاشق سنت کے شایان شان تھی، کبھی جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کر کے داماد کو

بٹھا کر نکاح پڑھ دیا، کبھی مدرسہ میں علماء اور طلباء کے مجمع میں بطریق مسنون عقد کر دیا اور معمولی کپڑے پہنا کر ڈولی میں بیٹھا کر رخصت کر دیا۔ (حیات شیخ الہند ص ۲۰۵)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

تابع سنت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے اتباع سنت کے واقعات اس قدر مشہور اور زباں زد ہیں کہ ان سب کا لکھنا تو بہت مشکل ہے اور اس کے دیکھنے والے ابھی تک بہت موجود ہیں، اس نا کارہ نے اپنے اکابر میں اخیر شب میں رات کو گزر گزرتے ہوئے رونے والا دو کو دیکھا، ایک اپنے والد صاحب کو اور دوسرے حضرت شیخ الاسلامؒ کو۔ ایسی ہچکیاں اور سسکیاں لیتے تھے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

کیفیت نماز

قاری محمد میاں صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی لکھتے ہیں کہ:

"تہجد میں اول دو رکعتیں مختصر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعتیں طویل جن میں ڈیڑھ دو پارے قرأت فرماتے، تہجد کی قرأت قدرے جبر سے ادا فرماتے پاس بیٹھا ہوا آدمی غور سے سنے تو پوری قرأت سن سکے۔ قرأت کرتے وقت اس قدر خشوع اتنا گرہ، سیدہ مبارک سے ایسے کھولتے ہوئے گرم سانس، جناب رسول اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت احادیث میں ذکر کی گئی ہے:

"کان یصلی ولجوفہ ازیز کازیز الموجل من البکاء"۔

آپ ﷺ نماز ایسی پڑھا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے اندر سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز کی طرح سے آواز آتی تھی۔"

مسلل آہ و فغاں

وہ منظر کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر پہلے دعا مانگتے پھر مصلے پر استغفار کرنے کے لئے بیٹھ جاتے، تسبیح ہاتھ میں ہوتی، جیب میں سے رومال نکال کر آگے رکھ لیتے، اگلے دن قریب رکھ لیا کرتے، اس

وقت رونے کا جو منظر بارہا دیکھنے میں آیا ہے وہ کسی اور وقت نہیں آیا، آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں مسلسل جاری رہاں سے صاف کرتے جاتے اور:

استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحمی القیوم واتوب الیہ:

جھوم جھوم کر پڑھتے جاتے، کبھی کبھی اور بھی نکلات پڑھتے، بعض اوقات اسی کرب و بے چینی کے عالم میں فارسی یا اردو کا کوئی شعر بھی پڑھا کرتے۔ فجر کی نماز تک یہی معمول رہتا۔ (الجمیعہ شیخ الاسلام نمبر ص ۸۰)

شیدائیت سنت

مفتی مہدی حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

”عبادت خداوندی کا یہ ذوق کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نماز فجر میں طویل مفصل ہی پڑھا کرتے تھے، سنت کی شیدائیت اتنے کمال کو پہنچا ہوئی تھی کہ جن امور کو ادنیٰ تعلق بھی رسول اللہ ﷺ سے ہو ان پر عمل کرتے تھے، دنیا کو حیرت ہوگی کہ دارالعلوم کے جن میں کیکر کا درخت لگوا یا، لوگوں کو خیال ہوا کہ اس درخت سے کیا فائدہ؟ نہ اس میں پھول نہ پھل، نہ اس سے خوشنمائی نہ یہ نہایت چمن، پھر کیوں لگوا یا؟ حقیقت سے پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ نے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے بیعت لی تھی جو ”بیعت رضوان“ کے نام سے زباں زد خاص و عام ہے، یہ درخت اس کی یادگار ہے۔“ (الجمیعہ شیخ الاسلام نمبر ص ۵۲)

باب نمبر ۵

سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی

عجب دربار

سلاطین کہتے ہیں شاہی دربار تھا کہ فوج تھی علم تھا، پولیس تھی جلا دتھے گورنر تھے، کلکٹر تھے، منصف تھے، ضبط تھا قانون تھا مولوی کہتے ہیں، مدرسہ تھا درس تھا، وعظ تھا افتاء تھا، قضاۃ تھی، تصنیف تھی، تالیف تھی، محراب تھا، منبر تھا، صوفی کہتے ہیں خانقاہ تھی کہ دعا تھی، جھاڑ پھونک تھا، وظیفہ تھا، ذکر تھا، غسل تھا، تخت (چلہ) تھا، گریہ تھا، بکاؤ تھا وجد تھا، حال تھا، کشف تھا، کرامت تھی، فقر تھا، فاقہ تھا، زہد تھا، قناعت تھی، کنکریاں دی جاتی تھیں کہ کھارے کنوؤں کا پانی پیٹھا ہو جائے گا۔ بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرا جاتا تھا، جس کو جو کہہ دیا جاتا تھا پورا ہو جاتا تھا۔

مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ سب کچھ تھا اس لئے کہ وہ سب کے لئے آیا تھا آئندہ جس کسی کو چلنا تھا جس زمانہ میں چلنا تھا، اسی کی روشنی میں چلنا تھا۔

اتباع مجتبیٰ ﷺ ہی ہے رضائے مصطفیٰ ﷺ

اسلام کے فروغ میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ محبت رسول ﷺ ہی ہے، یہ محبان رسول ﷺ ہی تھے جو اسلام کے پیغام کو لے کر کوہ دشت میں سرگرداں پھرتے تھے، اسی محبت کا ہی کرشمہ تھا جس نے ان لوگوں کو سیلاب باطل کے مقابلے میں دیوار حق بنا دیا تھا، اسی محبت کا جادو ہی تھا جو قیصر و کسری جیسی عظیم طاقتوں کے سرچڑھ کر بولا، یہ حب مصطفیٰ ﷺ اور عشق مجتبیٰ ﷺ ہی تھا جس نے میدان وفا میں حسین بن علی کو صبر، زید بن دجنہ کو استقلال، بلال و صہیب کو تابہت قدمی، خالد بن ولید کو شجاعت اور طارق بن زیاد کو اولوالعزمی عطا کی تھی۔ حب رسول ﷺ کی اس سوز و پیش نے ہی تو عرب کے صحرائی نشیوں کو تاج ایران اور تخت روم کا مالک بنایا تھا، یہی وہ جذبہ تھا جس نے انہیں زندگی کے ہر میدان میں کامیابی عطا کی تھی۔

عشق کے مصراہ سے نعمت تار حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

(اقبال)

لیکن یہ جوش محبت اور ذوق عشق ہم لوگوں کی طرح محض زبانی دعویٰ نہیں تھا، آج ہم لوگ ہیں جو صرف زبان سے حب رسول ﷺ اور عشق مجتبیٰ ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعویٰ کے صلہ میں اپنی مغفرت کو یقینی خیال کرتے ہیں، گویا اس نام نہاد دعویٰ سے اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) ہماری مغفرت لازم ہوگئی کیا یہی حب رسول ﷺ ہے کہ ہم نہ تو احکام الہی کی پابندی کریں اور نہ اسوۂ رسول ﷺ کا پاس؟ کیا یہی محبت نبی ﷺ ہے کہ ہم پوری زندگی کو لب و لہجہ میں گزار دیں اور دین کا خیال تک نہ آئے، اور اپنے اس خالص زبانی دعوے پر خود کو جنت کا حق دار تصور کرنے لگیں۔

دعویٰ دلیل نہیں

محض زبان سے محبت کا دعویٰ محبت کی دلیل نہیں بن سکتی ہے، کوئی شاگرد اگر

زبان سے یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے استاد کا فرمانبردار ہے اس کی بہت عزت کرتا ہے، اس سے بے پناہ محبت اور عقیدت ہے، اس کے حکم کو جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے، لیکن دوسری طرف وہ نہ اس کے دیئے ہوئے سبق کو یاد کرتا ہے نہ کلاس میں پابندی سے حاضر رہتا ہے، اسکول کے اوقات میں کھیل مٹاشوں میں گھومتا پھرتا ہے، کتاب پڑھتا ہے نہ فیس دیتا ہے تو پھر اس کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے فریب ہے، ایسا طالب علم اپنے امتحان میں شرطیہ ناکام ہوگا۔

عیسائیت کا تصور

در اصل یہ محض ایک ایسا تصور ہے جو ایمان کی کمزوری کے سبب پیدا ہوتا ہے جس طرح عیسائیت میں یہ تصور پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی اُمت کی خاطر اپنا خون بہا دیا اور اب مغفرت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس اُمت میں شامل ہو جائیں، گویا بھیڑوں کے اس گلہ میں شامل ہو جائیں جس کی گلہ بانی حضرت عیسیٰ کر رہے ہیں، ان کے خون کے بدلے میں ہم سب کی مغفرت قبول اور گناہ معاف ہو گئے، اب ہمارے اعمال و افعال کی پریش ہمارے نجات دہندہ (Saviour) کی قربانی کی وجہ سے نہیں ہوگی، اس تصور نے عیسائیوں پر یہ اثرات مرتب کئے کہ وہ برے سے برے افعال اور گندے گندے اعمال میں ملوث ہوتے چلے گئے۔

ٹھیک اسی طرح یہ تصور ہمارے ذہن و فکر میں بھی گھر کر چکا ہے، ہمارے کچھ خود غرض، نام نہاد راہبر اس تصور کو تقویت دے رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور بزرگان دین سے محبت کا یہ نام نہاد دعویٰ ہی ہماری مغفرت کا ضامن ہے، چونکہ ہم محمد ﷺ کے شیدائی ہیں اور وہ ”رحمت عالم“ ہیں اس لئے وہ ہماری شفاعت فرمائیں گے اور ہماری مغفرت ہو جائے گی۔

بستر مرگ پر بھی نماز کا اہتمام

احکام الہی کی پابندی اور اتباع رسول ﷺ کے معاملے پر اگر ہم غور کریں تو معاملہ ہی کچھ اور ہے، رسول کریم ﷺ کو وصال کے وقت جب مرض کی شدت سے افاقہ ہوتا ہے اور نقابت کم ہوتی ہے تو پہلے نماز ہی کا خیال آتا ہے۔ اسی حالت میں اٹھتے ہیں اور مسجد نبوی میں جا کر نماز میں شریک ہو جاتے ہیں، صحابہ کرام ہیں کہ ان کے محبوب رسول ﷺ ان کو چھوڑ کر جانے

والے ہیں، وہ حالات کی اس نزاکت کو محسوس کر رہے ہیں کہ رنج و الم کا کوہ گراں ان پر ٹوٹنے لگا ہے مگر وہ اپنے محبوب ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہیں ہوتے۔

بلند پایہ بزرگ کی زندگی سے ایک واقعہ

بزرگان دین اور اولیائے کرام کا بھی یہی اُسوہ رہا ہے، حضرت مصعب الدین چشتی مرض الموت کی شدت سے بے ہوش ہیں کبھی کبھی ہوش آ جاتا ہے، مگر جب ہوش آتا ہے تو صرف دو سوال کرتے ہیں، کون سی نماز کا وقت ہے؟ کیا میں نے نماز ادا کر لی ہے؟ اگر ایسے بلند پایہ بزرگوں کے لئے احکام شرعیہ سے رخصت نہیں تو پھر ہم عام لوگوں کے لئے کیسے ممکن ہے؟

محبت کی بلندیاں

داعی اسلام ﷺ نے جب پیغام حق دیا تو ان کی آواز پر لبیک کہنے والے چند غلام، کچھ نو عمر لڑکے، کچھ عورتیں اور کچھ بوڑھے تھے، ایک یتیم اور بے سہارا شخص مادی اعتبار سے دیکھا جائے تو نہ کوئی طاقت و حکومت، نہ مال و دولت، نہ رؤساء و امراء کی امداد، تیرہ سال کی مسلسل کوشش و جستجو کے بعد ایک مختصر سی جماعت تیار ہوئی وہ بھی مادی طور پر اتنی کمزور کہ مکہ کے شب و روز اس پر تنگ تھے مگر اصل چیز یہ تھی کہ ان کے عشق کی بلندیاں آسمان کو چھونے والی تھیں، ان پراختیوں کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں مگر سچے مہمان کی زبانوں سے اُف تک نہیں نکلتی، کبھی جلتی ریت پر گھسیٹے جاتے ہیں تو کبھی لوہے کی زر ہیں پہنا کر چلائی دھوپ میں کھڑے کر دیئے جاتے ہیں کبھی چٹائی میں لپیٹ کر دھونی دی جاتی ہے تو کبھی انگاروں پر لٹایا جاتا ہے۔ ان کے محبوب ﷺ کا بھی یہ حال ہے کہ کبھی اُن کو قریش کے سردار زُحلی کر دیتے ہیں تو کبھی اُن کی گردن میں چادر ڈال کر اٹھتے ہیں اور کبھی سجدہ کی حالت میں اُن کی پشت پر غلاطت رکھ دیتے ہیں، جو اُن کی حمایت کا دم بھرتا ہے اس کا مقاطعہ (Social Boycott) کر دیا جاتا ہے۔

پھر ایک وقت ایسا آ پہنچتا ہے کہ اس داعی حق کو رات کی تاریکی میں دشمن سے چھپ کر اپنے وطن عزیز کو خیر آباد کہنا پڑتا ہے، وطن سینکڑوں میل دور پہنچ جانے پر بھی دشمن اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور اللہ کی اس جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

لیکن اُنہیں نہیں معلوم کہ محبت رسول ﷺ کی جو چنگاری ان کے سینوں میں پوشیدہ تھی وہ اب شعلہ بن چکی ہے، بغض و عناد کے یہ تند و تیز جھونکے اب اس شعلہ کو خاموش کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اور یہ دشمن اپنی ہر ممکن کوشش کے باوجود اس جماعت کو نہ مٹا سکے، اس کا پیغام سورج کی روشنی کی طرح اس عالم کو منور کرتا چلا گیا۔

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ

ذره ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

(اقبال)

عشق جب سکھاتا ہے آدابِ خدا آگاہی

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ظاہری طور پر اتنی کمزور جماعت جس کے پاس کسی بھی طرح کے مادی وسائل نہیں تھے، اپنے اتنے طاقتور دشمن پر کس طرح حاوی آ گئی؟ چند غلاموں، بوڑھوں اور لڑکوں نے اول عرب کے نامور سرداروں کو خاک میں ملا دیا، پھر عرب کے صحرا سے نکل کر ایران و روم کی حکومتوں کو تہہ و بالا کر ڈالا، ایسی حکومتوں کو جن کا ثانی دنیا میں نہیں تھا۔

اس کے بہت سے جواب مل سکتے ہیں جیسے:

اسلام دین فطرت ہے اس لئے جلد ہی اس نے لوگوں کی طبیعت کو متاثر کر لیا! یہ دین حق ہے اس لئے اللہ نے اپنے بندوں کی غیبی مدد فرمائی! جاہلی دور کے لوگوں کے اخلاق اور کردار نہایت پست تھے اس لئے بلند کردار مسلمانوں کے مقابلے پر نہ ٹک سکے! دشمن اسلام بے دین اور بے عمل تھے اس لئے وہ اسلام کی ضرب کو برداشت نہ کر سکے! یا اسی طرح کے اور بہت سے جوابات مل سکتے ہیں، یہ سب باتیں درست، لیکن ان سب باتوں سے بلند کوئی اور ہی چیز ہے جس نے اسلام کو مشرق بعید میں انڈونیشیا اور فلپائن تک اور مغرب میں امریکہ تک پہنچا دیا، اور وہ چیز ”محبت رسول ﷺ“ کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور اس محبت کی بدولت ہی پوری دنیا ان کے قدموں میں تھی۔

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خدا آگاہی

کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

(اقبال)

مکتبہ عشق کے انداز

یہ محبت ان کے رگ و پے میں سما چکی تھی، قول رسول کا اتنا پاس تھا کہ جو لفظ زبان مبارک سے نکلتا اس کا پورا کرنا ان کا ایمان بن چکا تھا، رسول اللہ ﷺ کی رضا ان کا نصب العین تھا، آپ کی دل جوئی ان کی زندگیوں کا مقصد تھا، رسول کا دشمن ان کا دشمن تھا اور رسول کا دوست ان کا دوست تھا، جس چیز سے رسول اللہ ﷺ محبت کرتے تھے اس سے یہ بھی محبت کرتے تھے، جس سے رسول اللہ ﷺ نفرت کرتے تھے اس سے یہ بھی نفرت کرتے تھے، آپ ﷺ کے وضو کا پانی ان کے لئے آب حیات تھا اور آپ کا لعاب دہن انہیں شفاء بخشا تھا، جب آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے تو عورتیں آپ کی سلامتی کی دعائیں مانگتیں اور بغیریت لوٹنے کے لئے ملتیں اور نذریں مانگتی تھیں، ان کی زندگی کی کل کائنات بس رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔

لگاؤ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن، وہی فرقاں، وہی سیسں وہی طہ

(اقبال)

ابوذر غفاری کی حالت

آپ کی تکلیفوں کا خیال کر کے ہی یہ لوگ رو دیتے تھے، دنیا کی دولت اور عیش و تمعم جب ان کی زندگیوں میں عام ہوئے تو وہ صرف اسی خیال سے روتے تھے کہ یہ سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں میسر نہ آیا آپ ﷺ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھا سکے تو پھر ہم یہ عمدہ غذا نہیں کیوں کھائیں، رسول اللہ ﷺ نے چٹائی پر لیٹ کر زندگی بسر کی تو ہم آرام وہ بستر کیوں استعمال کریں، حضرت ابوذر غفاریؓ کو ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے کھانے پر بلایا، آپ نے جب دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے لگتے دیکھے تو فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک صاع فی ہفتہ کھانے والا یہ عمدہ غذا نہیں کھا کر اپنے اس خلیل ﷺ کو کیا منہ دکھائے گا۔

محبت رسول میں صحابہ کی حالت

دراصل اس محبت رسول ﷺ نے ایک ایسی جماعت تشکیل دی تھی جن کی زندگی کا حاصل محمد ﷺ!۔۔۔ محمد ﷺ! کے سوا کچھ نہ تھا، یہ ایک ایسا گروہ تھا جو فی الرسول تھا، ان کا کردار اسوۂ رسول ﷺ کے سانچہ میں پوری طرح ڈھل گیا تھا انہوں نے اپنی زندگیوں کا شعار رسول اللہ ﷺ کے اس قول کو بنالیا تھا۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ
مِنْ وَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
”جب تک تم اپنے باپ، اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ
مجھ سے محبت نہ کرنے لگو، تب تک تم مومن نہیں ہو سکتے۔“
شوق اگر ترانہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب!

(اقبال)

اور وہ لوگ واقعی ایمان کے اس درجہ کو پہنچ چکے تھے، حضرت ابو بکرؓ کا حقیقی بیٹا عبد الرحمن بن ابی بکر کفار کے ساتھ بدر کے میدان میں موجود تھا، جب حضرت ابو بکرؓ کی نظر اس پر پڑی تو تلووار لے کر اس کے قتل کو لپکے اور پکارا کہ ”اے اللہ کے دشمن سن!“ مگر رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے پر آپ اس کے قتل سے باز رہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے اپنے باپ عبد اللہ بن جراح کو قتل کر ڈالا، اسی میدان میں حضرت ابو حدیفہؓ نے اپنے باپ عتبہ بن ربیعہ کو مقابلے کے لئے طلب کیا، مگر وہ سامنے نہ آیا، عاص بن ہشام حضرت عمرؓ کا حقیقی ماموں تھا جب وہ ان کی زد میں آیا تو پکارا ”اَنْتَ بِمَا اَنْتَ اُخْتِی!“ (میرے بھانجے کیا تو مجھے قتل کر رہا؟) تو حضرت عمرؓ نے کہا: ”نَعَمْ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ“ (ہاں اے اللہ کے دشمن) اور اس کا کام تمام کر ڈالا، حضرت عمیرؓ بن امیہ کی بہن ان کے سمجھانے پر بھی رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے سے باز نہ آئی تو انہوں نے اس کا فر کو قتل کر ڈالا، ان کے خون کی محبت عشق رسول ﷺ کے مقابلے میں کہاں تکنے والی تھی۔

ابوالکلام کی داد تحسین

جن شیدائیوں نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر اس طرح غار کرنے کا فیصلہ کیا ان کے مقدر پر رشک کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے ان الفاظ میں ان کو داد تحسین دی ہے:-

”پس کیا مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق اور شینگی کے لئے رَبِّ الشَّيْءِ وَالْأَرْضِ کے محبوب ﷺ کو چنا اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین و رحمة العالمین کی مدح و ثنا میں زمزمہ سنج ہوئیں۔

انہوں نے اپنے عشق و شینگی کے لئے اس کی محبوبیت کو دیکھا جسے خود خدا نے اپنی چاہتوں اور محبتوں سے ممتاز کیا اور ان کی زبانوں نے اس کی مدح و ثنا کی، جس کی مدح و ثنا میں خود خدا کی زبان، اس کے ملائکہ اور قدسیوں کی زبان اور کائنات ارض کی تمام پاک روحوں اور سعید ہستیوں کی زبان، ان کی شریک و ہم نوا ہے:

إِنَّ إِلَهًا وَمَلَكًا مِّنْهُمْ يُضَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَأْتِيهَا الْبَلَدَيْنِ آمَنُوا أَصْلَوْا عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا تَسْلِيمًا

ترجمہ: اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر صلوة بھیجتے ہیں، اے لوگو!

جو ایمان لائے ہو ان پر صلوة و سلام بھیجو، اچھا سلام

”بلاشبہ محبت نبوی اور عشق محمدی ﷺ کے یہ پاک و لوے اور یہ مخلصانہ ذوق و

شوق تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک

جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو، کم ہے، تمہارا یہ عشق الہی ہے، تمہاری یہ محبت

ربانی ہے، تمہاری یہ شینگی انسانی سعادت اور راست بازی کا سرچشمہ

ہے تم اس وجود مقدس و مطہر ﷺ سے محبت رکھتے ہو، جس کو تمام کائنات انسانی

میں تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کے لئے چن لیا اور

محبوبیت عالم کا مخلص اعلیٰ صرف اسی کے وجود اقدس ﷺ پر اس آیا کہ ارض

تین سو تیرہ غالب کیسے

اسوۂ رسول ﷺ کی پابندی کا خیال یہ زندگی کے ہر میدان میں رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے اوصاف حسنہ ان کی زندگی میں پوری طرح اتر چکے تھے امانت و دیانت، عدل و انصاف، ایثار و قربانی، حق گوئی و بے باکی، غنودہ رگزر، عفت و پاکبازی، شرم و حیا، عدل و انصاف ان کی زندگی میں رچ گئے تھے، یہی وجہ تھی کہ تین سو تیرہ افراد کی بے سرو سامان ایک مختصر جماعت، جس میں بوڑھوں بچوں اور غلاموں کی کثرت تھی، بدر کے میدان میں ایک ہزار جنگجو لوگوں پر، جو ہر طرح کے سامان حرب سے لیس تھے، بھاری ثابت ہوئی۔

یہ محبت رسول ﷺ ہی کا پیدا کیا ہوا جوش تھا کہ جب آپ ﷺ بدر میں نظر کر ترتیب دیتے ہیں تو بچے اپنا لبا قد ظاہر کرنے کے لئے ایڑیاں اٹھا لیتے ہیں اور بوڑھے اپنا سینہ پھلا کر آکر ذکر کھڑے ہو جاتے ہیں، صرف اس لئے کہ کہیں ان کی کمزوری کی بنا پر انہیں جنگ کی شرکت سے روک نہ دیا جائے اور وہ اپنے محبوب کی حفاظت میں جان دینے سے محروم نہ رہ جائیں، اُحد کے میدان میں وقتی طور پر کفار غالب آ جاتے ہیں، ان کی بھرپور کوشش ہے کہ شیخ نبوت کی اس لو کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیں، مگر پروانے اس شیخ کے گرد جمع ہیں محبت کی آگ میں خود کو خاکستر کئے ڈالتے ہیں۔ حضرت ابو دجانہ انصاری ہیں کہ دشمن کے تیروں کی طرف اپنی پشت کر کے اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کوئی تیر رسول اللہ کو نقصان نہ پہنچا دے یہاں تک کہ ان کی کمر چھلنی ہو جاتی ہے اور گر پڑتے ہیں حضرت معتب بن عمیر نشان رسول کو بلند کئے ہوئے ہیں، دشمن کے وار سے ہاتھ کٹ جاتا ہے تو دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں، جب وہ ہاتھ بھی کٹ جاتا ہے تو دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں سے نشان کو سینے سے لگا کر تمام لیتے ہیں اور جب تک دشمن ان کو شہید نہیں کر دیتا تب تک علم رسول ﷺ کو بلند ہی رکھتے ہیں، حضرت طلحہؓ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے تو اس خوف سے ڈھال اٹھانے کے لئے نہیں جھکتے کہ کہیں وہ جھکیں اور کوئی وار ان کے محبوب ﷺ پر ہو جائے، ہر وار کو اپنے ہاتھ پر ہی روکتے ہیں یہاں تک کہ اس عاشق صادق کا ہاتھ زخموں سے شل ہو جاتا ہے۔

کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو کہی جاسکتی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جاسکتا ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ و ثنا جو زبان پر آسکتی ہے، غرض انسان کی زبان، انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی ہے اور کر سکتی ہے وہ سب کا سب صرف اسی انسان کامل و اکمل ﷺ کے لئے ہے اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں۔ (رسالہ "البلاغ" جنوری ۱۹۱۶ء)

لازم ہے ایمان خلیل

محمد ﷺ کے ان شیدائیوں کی زندگی سے کچھ واقعات جس سے اللہ کے ان پر اسرار بندوں کے کردار کا اندازہ ہو سکتا، اللہ کے ان مجلس بندوں کی تعداد تو ہر آنے والے زمانے میں نسبتاً کم سے کم تر ہوتی گئی مگر ان کا فقدان کسی زمانے میں نہیں رہا، آج بھی اگر ہمیں کچھ پانا ہے تو اس ذوق و شوق کو زندہ و بیدار کرنا پڑے گا۔ اگر وہ ذوق و شوق اور تپش و گداز پیدا ہو جائے تو یقیناً ہم بھی مہمان رسول ﷺ کی فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں، ورنہ خالی دعویٰ سے کچھ ملنے والا نہیں ہے۔

ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمان خلیل
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیرہن

(اقبال)

فصل نمبر ۲

جشن عید

نبی کریم ﷺ سے محبت کا خالی دعویٰ ہمیں اتباع سنت کی شاہراہ سے کوسوں دور مختلف بدعات و رسومات کی طرف دھکیلتا ہے، آئندہ چند صفحات میں انہی بدعات و رسومات کا جائزہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

ربیع الاول کا مہینہ گویا عشاق رسول کے لئے جشن بہاراں سے کم نہیں حضور ﷺ کی ولادت و وفات کے اس ماہ میں ہمارے معاشرہ میں محبت نبوی ﷺ کا دم بھرنے والے کس قسم کی بدعات و رسومات کو ادا کرتے ہوئے حدود و شریعہ سے تجاوز کر جاتے ہیں ذیل میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ کی تصنیف "اختلاف امت اور صراط

مستقیم" سے چند اقتباسات جو کہ اپنے موضوع پر کافی شافی ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲ ربیع الاول کو آنحضرت سرور عالم ﷺ کا "جشن عید" منایا جاتا ہے۔ اور آج کل اسے اہل سنت کا خاص شعار سمجھا جانے لگا ہے، اس کے بارے میں بھی چند ضروری نکات پیش خدمت ہیں۔

آپ ﷺ کے شب و روز

آنحضرت ﷺ کا ذکر خیر ایک اعلیٰ ترین عبادت بلکہ روح ایمان ہے، آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمہ چشم بصیرت ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت آپ ﷺ کی صغریٰ۔ آپ ﷺ کا شباب، آپ ﷺ کی بخت، آپ ﷺ کی دعوت، آپ ﷺ کا جہاد، آپ ﷺ کی قربانی، آپ ﷺ کا ذکر و فکر، آپ ﷺ کی عبادت و نماز، آپ ﷺ کے اخلاق و شامل، آپ ﷺ کی صورت و سیرت، آپ ﷺ کا زہد و تقویٰ، آپ ﷺ کا علم و خشیت، آپ ﷺ کا اُمننا بیٹنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ ﷺ کی صلح و جنگ، غلگی و غصہ، رحمت و شفقت، تبسم و مسکراہٹ الغرض آپ ﷺ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت و سکون امت کے لئے اُسوہ حسنہ اور اسیر ہدایت ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا تذکرہ کرنا، دعوت دینا امت کا فرض ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ ﷺ کی طرف منسوب شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ

اسی طرح آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے، آپ ﷺ کے احباب و اصحاب، ازواج و اولاد، خدام و عمال، آپ ﷺ کا لباس و پوشاک، آپ ﷺ کے ہتھیاروں، آپ ﷺ کے گھوڑوں، نچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے کیوں کہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں بلکہ آپ ﷺ کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حیات طیبہ کے دو حصے

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے دو حصے ہیں، ایک ولادت شریفہ سے لیکر قبل از نبوت تک کا، اور دوسرا بخت سے لیکر وصال شریف تک کا پہلے حصہ کے جتنے جتنے بہت

قاروق اعظم کا آخری لمحات میں بھی اتباع سنت

آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ان کے آخری لمحات حیات میں ایک نوجوان ان کی عبادت کے لئے آیا، واپس جانے لگا تو حضرت نے فرمایا برخوردار تمہاری چادر مٹھنوں سے چھٹی ہے، اور یہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔۔۔۔۔ ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کے اپنانے کا اس قدر شوق تھا کہ جب حج پر تشریف لے جاتے تو جہاں آنحضرت ﷺ نے اپنے سفر حج میں پڑاؤ کیا تھا وہاں اترتے جس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا اس درخت کے نیچے آرام کرتے، اور جہاں آنحضرت ﷺ فطری ضرورت کے لئے اترے تھے، خواہ تقاضا نہ ہوتا تب بھی وہاں اترتے، اور جس طرح آنحضرت ﷺ بیٹھے تھے اس کی نقل اتارتے۔۔۔۔۔ رضی اللہ عنہ یہی عاشقان رسول تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے دم قدم سے آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ صرف اوراق کتب کی زینت نہیں رہی بلکہ جیتی جاگتی زندگی میں جلوہ گر ہوئی، اور اس کو بوئے عبرتین نے مشام عالم کو معطر کیا، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ بہت سے ایسے ممالک میں پہنچے جن کی زبان نہیں جانتے تھے۔ نہ وہ ان کی لغت سے آشنا تھے، مگر انکی شکل و صورت، اخلاق و کردار اور اعمال و معاملات کو دیکھ کر علاقوں کے علاقے اسلام کے حلقہ بگوش اور جمال محمدی ﷺ کے غلام بے دام بن گئے یہ سیرت نبوی کی کشش تھی جس کا پیغام ہر مسلمان اپنے عمل سے دیتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور ﷺ کا حقیقی حق

سلف صالحین نے کبھی سیرت النبی کے جلے نہیں کئے، اور نہ میلاد کی محفلیں سجائیں، اس لئے کہ وہاں ”ہر روز“ روز عید اور ہر شب ”سب برأت“ کا قصہ تھا، ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی ”سیرت النبی“ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، جب ان کی ہر محفل و مجلس کا موضوع ہی سیرت طیبہ تھا، اور جب ان کا ہر قول و عمل سیرت النبی کا درسہ تھا تو ان کو اس نام کے جلسوں کی نوبت کب آسکتی تھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ کو آنحضرت ﷺ کے مبارک دور سے بعد ہوتا گیا عمل کے بجائے قول کا اور کردار کے بجائے گفتار کا

سے واقعات حدیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں اور حیات طیبہ کا دوسرا حصہ۔۔۔۔۔ جسے قرآن کریم نے امت کے لئے ”أسوہ حسنہ“ فرمایا ہے۔۔۔۔۔ اس کا مکمل ریکارڈ حدیث و سیرت کی شکل میں محفوظ ہے۔ اور اس کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ آپ ﷺ باہمہ خوبی و ذہنی گویا ہماری آنکھوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں، اور آپ ﷺ کے جمال جہاں آرا کی ایک ایک ادا اس میں صاف جھلک رہی ہے۔

بلا مبالغہ یہ اسلام کا عظیم ترین اعجاز اور اس امت مرحومہ کی بلند ترین سعادت ہے کہ ان کے پاس ان کے محبوب ﷺ کی زندگی کا پورا ریکارڈ موجود ہے، اور وہ ایک ایک واقعہ کے بارے میں دلیل و ثبوت کے ساتھ نشاندہی کر سکتی ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟۔۔۔۔۔ اس کے برعکس آج دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جن کے پاس ان کے ہادی کی زندگی کا صحیح اور مستند ریکارڈ موجود ہو۔۔۔۔۔ یہ نکتہ ایک مستقل مقالے کا موضوع ہے، اس لئے یہاں صرف اسی قدر اشارے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

سیرت طیبہ بیان کرنے کے دو طریقے

آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایک ایک نقشے کو اپنی زندگی کے ظاہر و باطن پر اس طرح آویزاں کیا جائے کہ آپ ﷺ کے ہر اُمتی کی صورت و سیرت، چال ڈھال، رفتار و گفتار، اخلاق و کردار آپ ﷺ کی سیرت کا مرقع بن جائے، اور دیکھنے والے کو نظر آئے کہ یہ محمد رسول ﷺ کا غلام ہے۔۔۔۔۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی موقع ملے آنحضرت ﷺ کے ذکر خیر سے ہر مجلس و محفل کو معمور و معطر کیا جائے، آپ ﷺ کے فضائل و کمالات اور آپ ﷺ کے بابرکت اعمال و اخلاق اور طریقوں کا تذکرہ کیا جائے، اور آپ ﷺ کی زندگی کے ہر نقش قدم پر مرثیے کی کوشش کی جائے، سلف صالحین صحابہ و تابعین اور ائمہ ہدئی ان دونوں طریقوں پر عامل تھے، اور آنحضرت ﷺ کی ایک ایک سنت کو اپنے عمل سے زندہ کرتے تھے اور ہر محفل و مجلس میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرتے تھے۔

جب یہ نئی رسم نکلی تو علمائے امت کے درمیان اس کے جواز و عدم جواز کی بحث چلی، علامہ فاکہانیؒ اور ان کے رفقاء نے ان خود ساختہ قیود کی بنا پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے ”بدعت سیر“ قرار دیا، اور دیگر۔۔۔۔۔ علماء نے سلطان کی ہم نوائی کی، اور ان قیود کو مباح سمجھ کر اس کے جواز و استحسان کا فتویٰ دیا جب ایک باریہ رسم چل نکلی تو صرف ”علماء صلحاء کے اجتماع“ تک محدود نہ رہی بلکہ عوام کے دائرے میں آ کر ان کی نئی نئی اختراعات کا تحفہ مشق بنی چلی گئی، آج ہمارے سامنے عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو ترقی یافتہ شکل موجود ہے (اور ابھی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں مزید کتنی ترقی مقدر ہے) اب ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے۔

مروجہ میلاد النبی کا شرعی جائزہ

سب سے پہلے دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ جو فعل صحابہ و تابعین کے زمانے میں کبھی نہیں ہوا بلکہ جس کے وجود سے اسلام کی چھ صدیاں خالی چلی آئی ہیں، آج وہ ”اسلام کا شعار“ کہلاتا ہے، اس شعار اسلام کو زندہ کرنے والے ”عاشقان رسول“ کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس نو ایجاد شعار اسلام سے نا آشنا ہوں ان کو۔۔۔۔۔ دشمنان رسول تصور کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کاش! ان حضرات نے کبھی یہ سوچا ہوتا کہ چھ صدیوں کے جو مسلمان ان کے اس خود تراشیدہ شعار اسلام سے محروم رہے ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ کیا وہ سب نعوذ باللہ دشمنان رسول تھے؟ اور پھر انہوں نے اس بات پر کبھی غور کیا ہوتا کہ اسلام کی تکمیل کا اعلان تو حجت الوداع میں عرفہ کے دن ہو گیا تھا، اس کے بعد وہ کونسا پیغمبر آیا تھا جس نے ایک ایسی چیز کو ان کے لئے شعار اسلام بنا دیا، جس سے چھ صدیوں کے مسلمان نا آشنا تھے؟ کیا اسلام میرے یا کسی کے ابا کے گھر کی چیز ہے کہ جب چاہو اس کی کچھ چیزیں حذف کر دو، اور جب چاہو اس میں کچھ اور چیزوں کا اضافہ کر ڈالو؟

برسی منانے کی رسم

دراصل اسلام سے پہلے قوموں میں اپنے بزرگوں اور بانیان مذہب کی برسی منانے کا معمول ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر

سمکہ چلنے لگا۔۔۔۔۔ الحمد للہ یہ امت کبھی ہاتھ نہیں ہوئی۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جو آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے گیسو کا کل سنوارتے ہیں، اور ان کے لئے محبوب ﷺ کی ایک ایک سنت ملک سلیمان اور سنج کارون سے زیادہ قیمتی ہے، لیکن شرمساری کے ساتھ یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ایسے لوگ کم ہیں جب کہ ہم میں سے اکثریت بدنام کنندہ گپوڑوں اور لغو بازوں کی ہے جو سال میں ایک دو بار سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نعرے لگا کر یہ سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ان کے ذمہ ان کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق تھا وہ قرض انہوں نے پورا ادا کر دیا، اور اب ان کے لئے شفاعت واجب ہو چکی ہے، مگر ان کی زندگی کے کسی گوشے میں دور دور تک سیرت طیبہ کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی، آنحضرت ﷺ کی پاک سیرت کے ایک ایک نشان کو انہوں نے اپنی زندگی کے دامن سے کھرچ کھرچ کر صاف کر ڈالا ہے، اور روزمرہ نہیں بلکہ ہر لمحہ اس کی مشق جاری رہتی ہے، مگر ان کے پتھر دل کو کبھی احساس تک نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی سنتوں اور اپنے طریقوں کے مننے سے کتنی تکلیف اور اذیت ہوتی ہوگی، وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ بس تواری کے دو چار نغمے مننے، نعت شریف کے دو چار شعر پڑھنے سے آنحضرت ﷺ کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

میلاد النبی کا پس منظر

میلاد کی محفلوں کے وجود سے امت کی چھ صدیاں خالی گزرتی ہیں اور ان چھ صدیوں میں جیسا کہ مسلمانوں نے کبھی ”سیرت النبی“ کے نام سے کوئی جلسہ یا ”میلاد“ کے نام سے کوئی محفل نہیں سجاا، ”محفل میلاد“ کا آغاز سب سے پہلے ۶۰۲ھ میں سلطان ابوسعید مظفر اور ابوالخطاب ابن وحید نے کیا، جس میں تین چیزیں بطور خاص ملحوظ تھیں،

- (۱) بارہ ربیع الاول کی تاریخ کا تعین،
 - (۲) علماء و صلحاء کا اجتماع،
 - (۳) اور ختم محفل پر طعام کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب،
- ان دونوں صاحبوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس قماش کے آدمی تھے؟ بعض مؤرخین نے ان کو فاسق و کذاب لکھا ہے، اور بعض نے عادل و ثقہ، واللہ اعلم۔

”عید میلاد“ منائی جاتی ہے، اس کے برعکس اسلام نے برسی منانے کی رسم کو ختم کر دیا تھا اور اس میں دو حکمتیں تھیں، ایک یہ کہ سالگرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح و مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، اسلام اس ظاہری جج و جج، نمود و نمائش اور نعرہ بازی کا قائل نہیں، وہ اس شور و شغب اور ہواؤ سے بہت کراہتی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے، اور عقائد حقہ، اخلاق حسہ اور اعمال صالحہ کی تربیت سے ”انسان سازی“ کا کام کرتا ہے۔ اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ع ”جنگلاتے درود یوارول بے نور ہیں“

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ و بار نہیں لاتا، بلکہ وہ تو ایسا سدا بہار شجرہ طوبی ہے، جس کا پھل اور سایہ دائم و قائم ہے۔ گویا اس کے بارے میں قرآنی الفاظ میں ”اکلھا ادائم وظلھا“ کہنا بجا ہے، اس کی دعوت اور اس کا پیغام اور کسی خاص تاریخ کا مہیون منت نہیں بلکہ آفاق و ازمان کو محیط ہے۔

کس کس ہستی کا دن منایا جائے

اور پھر دوسری قوموں کے پاس تو دو چار ہستیاں ہوں گی جن کی سالگرہ مناکرہ و فارغ ہو جاتی ہیں، اس کے برعکس اسلام کے دامن میں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایسی قد آور ہستیاں موجود ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر ہیں اور جن کی عظمت کے سامنے آسمان کی بلندیاں نیچے اور نورانی فرشتوں کا تقدس گرد راہ ہے، اسلام کے پاس کم و بیش سوا لاکھ کی تعداد تو ان انبیاء کی ہے۔۔۔ جو انسانیت کے ہیرو ہیں اور جن میں سے ایک ایک کا وجود کائنات کی ساری چیزوں پر بھاری ہے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام کا قافلہ ہے ان کی تعداد بھی سوا لاکھ سے کیا کم ہوگی؟ پھر ان کے بعد ہر صدی کے وہ لاکھوں اکابر اولیاء اللہ ہیں جو اپنے وقت میں رشد و ہدایت کے مینار نور تھے اور جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں، اب اگر اسلام شخصیتوں کی سالگرہ منانے کا دروازہ کھول دیتا تو غور کیجئے اس امت کو سال بھر میں سالگرہ ہوں کے علاوہ کسی اور کام لے لئے ایک لمحہ کی بھی فرصت ہوتی؟۔۔۔

یوم ولادت کا جشن بدعت و گمراہی

چونکہ یہ چیز ہی اسلام کی دعوت اور اس کے مزاج کے خلاف تھی اس لئے آنحضرت ﷺ صحابہ و تابعین کے بعد چھ صدیوں تک امت کا مزاج اس کو قبول نہ کر سکا۔ اگر آپ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلامی تاریخ میں چھٹی صدی وہ زمانہ ہے جس میں فرزند ان مٹیٹ نے صلیبی جنگیں لڑیں اور مسیحیت کے باپک اور منحوس قدموں نے عالم اسلام کو روند ڈالا اور مسلمانوں کا اسلامی مزاج داخلی و خارجی قوتوں کی مسلسل یلغار سے کمزور پڑ گیا تھا۔ اور مسیحیت کا عالم اسلام پر فاقانہ حملہ ہوا اور مسلمانوں میں مفتوح قوم کا احساس کمتری پیدا ہوا، اس لئے عیسائیوں کی تقلید میں یہ قوم بھی سال بعد اپنے مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ”یوم ولادت“ کا جشن منانے لگی یہ قوم کے کمزور اعصاب کی تسکین کا ذریعہ تھا تاہم جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ امت کے مجموعی مزاج نے اس کو قبول نہیں کیا، بلکہ ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر آج تک علمائے امت نے اسے ”بدعت“ قرار دیا اور اسے ”ہر بدعت گمراہی ہے“ کے زمرے میں شمار کیا۔

تیسری عید۔۔۔۔ دین میں کھلی تحریف

اگرچہ ”میلاد“ کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہو چکی تھی اور لوگوں نے اس میں بہت سے امور کے اضافے بھی کئے لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اسے ”عید“ کا نام دیتا، مگر اب چند سالوں سے اس سالگرہ کو ”عید میلاد النبی ﷺ“ کہلانے کا شرف بھی حاصل ہو گیا ہے۔

دنیا کا کون سا مسلمان اس سے ناواقف ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے لئے ”عید“ کے دو دن مقرر کئے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اگر آنحضرت ﷺ کے یوم ولادت کو بھی ”عید“ کہنا صحیح ہوتا، اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز کوئی مناسبت رکھتی تو آنحضرت ﷺ خود ہی اس کو عید قرار دے سکتے تھے، اور اگر آنحضرت ﷺ کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپ ﷺ نہ سہی، خلفائے راشدین ہی آپ ﷺ کے یوم ولادت کو ”عید“ کہہ کر ”جشن عید میلاد النبی ﷺ“ کی طرح ڈالتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں

کیا، اس سے دوہری نتیجے نکل سکتے ہیں یا یہ کہ ہم اس کو "عید" کہنے میں غلطی پر ہیں۔
نعوذ باللہ ہمیں تو آنحضرت ﷺ کے یوم ولادت کی خوشی ہے مگر صحابہ کرام خصوصاً خلفاء
راشدین کو کوئی خوشی نہیں تھی، انہیں آپ ﷺ سے اتنا عشق بھی نہیں تھا جتنا ہمیں
ہے۔۔۔۔۔

وفات کے دن خوشی کیسی

متم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت میں تو اختلاف ہے، بعض ۸
الاول بتاتے ہیں، بعض ۸ ربیع الاول، اور مشہور بارہ ربیع الاول ہے، لیکن اس میں کسی
اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہوئی۔۔۔ گویا ہم نے
"جشن عید" کے لئے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں آنحضرت ﷺ دنیا سے داغ مفارقت
دے گئے اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ "جشن عید" آنحضرت ﷺ کی ولادت
طیبہ پر مناتے ہو؟ یا آنحضرت ﷺ کی وفات کی خوشی میں؟ (نعوذ باللہ) تو شاید ہمیں اس
کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔

بہر حال میں اس دن کو "عید" کہنا معمولی بات نہیں سمجھتا، بلکہ اس کو صاف
صاف تحریف فی الدین سمجھتا ہوں، اس لئے کہ "عید" اسلامی اصطلاح ہے اور اسلامی
اصطلاحات کو اپنی خود رائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دین میں تحریف ہے۔

ظلم پر ظلم

اور پھر یہ "عید" جس طرح آنحضرت ﷺ کی شان کے مطابق منائی جاتی ہے
وہ بھی لائق شرم ہے، بے ریش لڑکے غلط سلف نعیتیں پڑھتے ہیں، موضوع اور من گھڑت
قصے کہانیاں جن کا حدیث و سیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، بیان کی جاتی ہیں، شور
و شغب ہوتا ہے، نمازیں غارت ہوتی ہیں اور نامعلوم کیا کیا ہوتا ہے،
کاش! آنحضرت ﷺ کے نام پر جو "بدعت" ایجاد کی گئی تھی اس میں کم از کم
آپ ﷺ کی عظمت و تقدس ہی کو ٹھوکر کھانا جاتا۔

غضب یہ کہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان خرافاتی مفلوں میں جنس نفیس

تشریف بھی لاتے ہیں۔۔۔۔۔ فی غریبہ الاسلام! (ہائے اسلام کی بیچارگی!)

بیت اللہ اور روضہ اطہر کی شبیہ

اب میں اس "عید میلاد النبی ﷺ" کا آخری کارنامہ عرض کرتا ہوں، کچھ عرصہ
سے ہمارے کراچی میں "عید میلاد النبی ﷺ" کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر
اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں سانگ بنا کر
رکھے جاتے ہیں، لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔۔۔ اور "بیت اللہ" کی خود
سانہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں۔۔۔ اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علماء کی
گرانی میں کرایا جا رہا ہے۔ فیا اسفا!

"جشن عید میلاد" کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجئے
کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا گیا ہے۔

قباحت اول

اس پر جو ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے یہ محض اسراف و تبذیر اور فضول خرچی
ہے آپ ملا علی قاریؒ کہ آنحضرت ﷺ نے قبروں پر چراغ اور شمع جلانے والوں پر اس
لئے لعنت فرمائی ہے کہ یہ فعل عبث ہے۔ اور خدا کے دیئے ہوئے مال کو مفت ضائع کرنا ہے
، ذرا سوچئے! جو مقدس نبی (ﷺ) قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے
ممنوع اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیتا ہے اس کا ارشاد ان ہزاروں لاکھوں روپے
کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ فضول
خرچی وہ غربت زدہ قوم کر رہی ہے جو روٹی، کپڑا، مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا
کرنے کو تیار ہے۔ اس فضول خرچی کے بجائے اگر یہی رقم آنحضرت ﷺ علیہ وسلم کے
ایصال ثواب کے لئے غرباء و مساکین کو چپکے سے نقد دے دی جاتی تو نمائش تو بلاشبہ نہ
ہوتی مگر اس رقم سے سینکڑوں اُجڑے گھر آباد ہو سکتے تھے۔ ان سینکڑوں بچوں کے ہاتھ
پیلے کئے جاسکتے تھے جو اپنے والدین کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی
اس قوم کے رہنماؤں کو بجتی ہے جس کے بہت سے افراد و خاندان نان شبینہ سے محروم اور
جان و تن کا رشتہ قائم رکھنے سے قاصر ہوں؟ اور پھر یہ سب کچھ کیا بھی جا رہا ہے کس ہستی

کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے، مگر جانوروں تک کی بھوک بھیاں سکر تڑپ جاتے تھے۔ آج کیونرم اور لادین سوشلزم، اسلام کو دانت دکھا رہا ہے، جب ہم دنیا کی مقدس ترین ہستی۔۔۔ کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلے گے تو لادین طبقے دین کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے ”اشیاء الشیاطین“ فرمایا تھا، مگر ہماری فاسد مزاجی نے اس کو اعلیٰ ترین نیکی اور اسلامی شعار بنا ڈالا۔
ع ”بسوخت عقل ز جبرت کہ این چه یوا لجمیت“

قباحت دوم

دوسرے اس فعل میں شیعوں اور رافضیوں کی تقلید ہے، آپ کو معلوم ہے کہ رافضی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے اور اس موقع پر تعزیہ، علم، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں، انہوں نے جو کچھ حسینؑ اور آل رسول اللہ ﷺ کے نام پر کیا وہی ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کے نام پر کرنا شروع کر دیا، انصاف کیجئے کہ اگر رسول اللہ کے روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سوا نگ بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضہ اطہر اور بیت اللہ کا سا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کا سوا نگ رچانا کیوں غلط ہے؟ افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی ہم نے ان کی تقلید کر کے اس پر مہر تقدیق ثبت کرنے کی کوشش کی۔

قباحت سوم

تیسرے اس بات پر بھی غور کیجئے کہ روضہ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ شیعوں کے تعزیہ کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس مصنوعی سوا نگ میں اصل روضہ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کسی درجہ میں تقدس پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ اثر آ جاتا تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضہ مقدسہ اور بیت اللہ شریف سے تقدس اور برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی اور پھر

روضہ شریف اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ کر دینا کیا ان کی توہین نہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کی تصویر بادشاہ نہیں ہوتی نہ کسی عاقل کے نزدیک اس میں بادشاہ کا کوئی کمال ہوتا ہے، اس کے باوجود بادشاہ کی تصویر کی توہین کو قانون کی نظر میں لائق تعزیر جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اور اسے بادشاہ سے بغاوت پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن آج روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر کل اسے منہدم کرنے والوں کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

قباحت چہارم

جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں، اب رفتہ رفتہ عوام کا لالچام اس نوا ایجاد ”بدعت“ کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں۔ روضہ اطہر کی شبیہ پر درود و سلام پیش کیا جاتا ہے، اور بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے۔۔۔۔۔ گویا مسلمانوں کو حج و عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ جانے کی ضرورت نہیں، ہمارے ان دوستوں نے گھر گھر میں روضے اور بیت اللہ بنا دیئے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اور طواف بھی ہوتا ہے۔ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ میں اس فعل کی قباحت و شاعت اور ملعونیت کو ٹھیک ٹھیک واضح کر سکوں، ہمارے ائمہ اہل سنت کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ کہ ایک زمانے میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حاجی حضرات عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لئے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں نکل جمع ہوتے اور جابیوں کی طرح سارا دن دعاء و تضرع گریہ و زاری اور توبہ استغفار میں گزارتے۔۔۔ اس رسم کا نام ”تقریف“ یعنی عرفہ منانا رکھا گیا تھا۔۔۔ بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا رواج عام ہو جاتا تو کم از کم سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ و استغفار کی توفیق ہو جایا کرتی، مگر ہمارے علمائے اہل سنت نے (اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) اس بدعت کی سختی سے تردید کی اور فرمایا:

التَّصَوُّفُ قِسْ بِشْفِی. یعنی اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔

شیخ ابن نجیم صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں:

”چونکہ وقوف عرفات ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں، آپ دیکھتے ہیں طواف کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں۔“ (ص ۶۷۷ ج ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا کہ ”میری قبر کو عید نہ بنالینا“ اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا اور انہیں حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا۔“ (حجتہ اللہ البانہ)

شیخ علی القاری رحمۃ اللہ شرح مناسک میں فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لئے انبیاء اولیاء کے قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے، جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ وہ مشائخ و علماء کی شکل میں ہوں۔“ (بحوالہ الجنۃ لایل السنیہ ص ۷)

اور البحر الرائق، کفایہ شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ”جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے۔ اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔“ (الجنۃ لایل السنیہ ص ۷)

ان تصریحات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روضہ اطہر اور کعبہ شریف کا سوا ایک بنا کر ان کے ساتھ اصل کا سا جو معاملہ کیا جاتا ہے ہمارے اکابر اہل سنت کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ کہ ”جشن عید میلاد“ کے نام پر جو خرافات رائج کر دی گئی ہیں۔ اور جن میں ہر آئے سال مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہ اسلام کی دعوت، اس کی روح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہیں، میں اس تصور سے پریشان ہو جاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روک تھام جب آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوگی تو آپ ﷺ پر کیا گزرتی

ہوگی؟ اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا؟ بہر حال میں اس کو نہ صرف ”بدعت“ بلکہ تحریف فی الدین“ تصور کرتا ہوں۔

فصل نمبر ۳:

ایک ضروری تنبیہ

شانِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں ضرورت اعتدال

یہاں اس بات کی تنبیہ کرنی ضروری ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت کی آڑ میں راہ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے بارے میں ایسے اوصاف بیان کرتے ہیں جن کا ذکر نہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور نہ خود آنحضرت ﷺ نے بلکہ بعض لوگ تو اس بارے میں اس حد تک بے اعتدالی کا شکار ہوتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لئے ایسی صفات کا ذکر کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہیں۔

اگر ان حضرات کو ایسی بے اعتدالی سے منع کیا جائے تو وہ آنحضرت ﷺ سے بے پناہ محبت کے دعوے کو اپنی بے اعتدالی کے لئے وجہ جواز قرار دیتے ہیں اور منع کرنے والوں کو الزام دیتے ہیں کہ ان کے دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے خالی ہیں۔

اور وہ خود اس حقیقت سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی تعریف میں مباخذہ آرائی اور دروغ گوئی سے روکا ہے۔ امام بخاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”میری تعریف میں اس طرح مباخذہ آرائی نہ کرنا جس طرح نصرائیوں نے ابن مریم علیہا السلام کی تعریف میں مباخذہ آرائی کی۔ درحقیقت میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، تم (میرے بارے میں) کہو: ”اللہ کا بندہ اور رسول۔“

آنحضرت ﷺ کی مدح و ثنا میں راہ اعتدال سے تجاوز کرنے والے اس بات کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس بات سے شدت سے روکا کہ آپ کے لئے ایسی صفات ذکر کی جائیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مختص ہیں۔ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ وہ ہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اور آپ چاہیں گے تو آپ نے اس کو

ایسی بات کہنے پر سختی سے ڈانٹا۔

اسی طرح جب دو بچوں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کہا کہ: ”ہم میں وہ نبی ہے جو آنے والے کل کی باتوں کو جانتا ہے“ تو آنحضرت ﷺ نے ان کو ایسی بات کہنے سے روک دیا۔

امام ابن ماجہ حضرت رقیع بنت معوذ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ”میری شادی کی صبح رسول اللہ ﷺ (ہمارے ہاں) تشریف لائے۔ دو منہ پچیاں جنگ بدر میں قربان ہونے والے میرے رشتہ داروں کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ اسی دوران انہوں نے کہا: ”ولینا نبی یعلم ما فی غد“ (ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو کل کو ہونے والی بات سے آگاہ ہے)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم کیا کہہ رہی ہو؟ ایسے مت کہو، جو کچھ کل ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔“

اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایسی بات نہ کہو، اس سے پہلے جو بات کہہ رہی تھی وہ ہی کہتی جاؤ۔“

رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بعض دعوے دار آپ کی قسم کھاتے ہوئے کہتے ہیں: ”نبی ﷺ کی قسم، رسول اللہ ﷺ کی قسم“۔ وہ اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے باپوں کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، جس کسی نے قسم کھائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔“

نبی کریم ﷺ سے محبت کے دعوے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کے لئے ایسی صفات کا ذکر کیا جائے جن سے آپ نے خود روکا ہے، آنحضرت ﷺ سے سچی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کی مبارک تمام سنتوں کو شب و روز کی زندگی میں زندہ کیا جائے اور اس کے برعکس جملہ بدعات و رسومات سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی ان مہلک بیماریوں سے بچا جائے اللہ پاک ہم سب کو اتباع سنت کی اور اجتناب عن البدعہ کی توفیق سے نوازے، آمین۔

باب نمبر ۶

روزمرہ کے مسنون اعمال

نیند سے جاگتے وقت کی سنتیں

سنت: نیند سے اُٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا تاکہ نیند کا خمار دور ہو جائے، (شمائل ترمذی)

سنت: جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھنا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْبَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اَلِیْہِ النُّشُوْرُ (شمائل ترمذی)

سنت: جب بھی آپ سو کر اُٹھیں تو مسواک کرنا (ابوداؤد)

ف: وضو میں دوبارہ مسواک کی جائے گی وہ علیحدہ مسنون ہے سو کر اُٹھتے ہی مسواک کر لینا علیحدہ سنت ہے۔

پھر دیکھو نیند سے جاگنے کے بعد کپڑے پہننے ہوتے ہی ہیں لہذا کپڑے پہننے وقت ان سنتوں کا آپ خیال رکھیں۔

سنت: پا جامہ یا شلوار پہنیں تو اول دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنیے! کرتا یا قمیص پہنیں تو پہلے دھنی آستین دائیں ہاتھ میں پہنیے پھر بائیں ہاتھ میں بائیں آستین پہنیے۔ اسی طرح صدری، اچکن، شیروانی وغیرہ دھنی طرف سے پہننا شروع کیجیے! ایسے ہی جو تا پہلے دائیں پاؤں میں پھر بائیں پاؤں میں پہنیے اور جب اتاریں تو پہلے بائیں

طرف کا اُتار دینے (ترمذی) اور بدن کی پہنی ہوئی ہر چیز کا یہی مسنون طریقہ ہے

قضاے حاجت کی سنتیں

اس کے بعد عام طور پر صبح اُٹھنے کے بعد پیشاب پاخانے کی حاجت ہوتی ہے۔ لہذا جس وقت بھی یہ ضرورت پیش آئے مندرجہ ذیل سنتوں کا خیال رکھیں۔

سنت: پانی لینے کے لیے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈبوئیں بلکہ پہلے دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین مرتبہ دھو لیں، تب پانی کے اندر ہاتھ ڈالیں (ترمذی)

سنت: استنجا کے لیے پانی اور ڈھیلے دونوں لے جائیں، تین ڈھیلے یا پتھر ہوں تو مستحب ہے، اگر پہلے سے بیت الخلاء میں انتظام کیا ہوا ہے تو کافی ہے، (ترمذی، بخاری، مسلم)

سنت: جناب رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو جوتا پہن کر جاتے اور سر ڈھک کر جاتے تھے۔ (ابن سعد)

سنت: بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَالِ (ترمذی)

سنت: بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اندر پہلے بایاں قدم رکھیں (ابن ماجہ)

سنت: جب بدن نکال کریں تو آسانی کے ساتھ جتنا نیچا ہو کر کھول سکیں اتنا ہی بہتر ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

سنت: انگوٹھی یا کسی چیز پر قرآن شریف کی آیت یا رسول اللہ ﷺ کا نام اقدس لکھا ہوا ہو (اور وہ دکھائی دیتا ہو) اس کو اتار کر باہر ہی چھوڑ جانا چاہیے۔ (نسائی)

ف: فراغت کے بعد باہر آ کر پھر پہن لیں، تعویذ جس کو موم جامہ کر لیا گیا ہو یا کپڑے میں سی لیا گیا ہو اس کو پہن کر جانا جائز ہے۔

سنت: رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ چہرہ کریں نہ اس طرف کو پیٹھ کریں، جنوباً شمالاً یا نیزہا ہو کر قبلہ سے پھر کر بیٹھیں، (ترمذی)

سنت: رفع حاجت کرتے ہوئے (بلا ضرورت شدید) کلام نہ کریں، اسی طرح زبان سے اللہ کا ذکر بھی نہ کریں، (مشکوٰۃ)

سنت: پیشاب کرتے وقت یا استنجا کرتے وقت عضو خاص کو دایاں ہاتھ نہ لگائیں بلکہ

بایاں ہاتھ لگائیں، (بخاری و مسلم)

سنت: پیشاب پاخانے کی چھینٹوں سے بہت بچیں، کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے سے ہوتا ہے، (ترمذی)

سنت: بعض مرتبہ بیت الخلاء نہیں ہوتا تو اس وقت ایسی آڑ کی جگہ میں رفع حاجت کرنا چاہیے جہاں دوسرے آدمی کی نگاہ نہ پڑے، (ترمذی)

سنت: جنگل یا شہر کے باہر میدان میں قضاے حاجت کی ضرورت پیش آئے تو اتنی دور جانا چاہیے کہ لوگوں کی نگاہ نہ پڑے۔ (ترمذی)

سنت: یا کسی نشیبی زمین میں چلا جائے جہاں کوئی دیکھ نہ سکے (قرآن کریم)

سنت: پیشاب کرنے کے لیے نرم زمین تلاش کریں تاکہ پیشاب کی چھینٹیں نہ اڑیں بلکہ زمین جذب کرتی چلی جائے (ترمذی)

سنت: بیٹھ کر پیشاب کریں کھڑے ہو کر پیشاب نہ کریں (ترمذی)

سنت: استنجا پہلے ڈھیلوں سے کریں اس کے بعد پانی سے کریں۔ (ترمذی، رزین)

سنت: بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالیں (ترمذی)

سنت: بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد یہ دعا پڑھیں۔ غُفِرَ لَکَ الْخَطِيئَةُ الَّتِي لَدَيْ اَذْهَبَ غَبِي الْاَذَى وَعَافَانِي (ترمذی)

سنت: پیشاب کرنے کے بعد استنجا وغیرہ سکھانا ہو تو دیوار وغیرہ کی آڑ میں کھڑے ہونا چاہیے، (ترمذی، طحاوی)

غسل کی سنتیں

اسی طرح بعض اوقات غسل جنابت جو فرض ہے کرنا ہوتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں بغیر غسل کیے نماز ہی نہ ہوگی اس لیے غسل کی سنتیں لکھی جاتی ہیں۔

سنت: صبح صادق ہو جانے کے بعد جب آنکھ کھلے تو غسل کرنے میں دیر نہ کرنی چاہیے، جہاں تک ممکن ہو جلدی کر لینا چاہیے (ترمذی) تاکہ نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا ہو۔ فجر ہو جانے کے بعد بھی آدمی فرضی غسل نہ کرے جنابت کی حالت ہی میں پڑا رہے تو اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ)

سنت: پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین مرتبہ دھویے! پھر بدن پر کسی جگہ منی یا اور کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہو تو اس کو تین مرتبہ پاک کیجئے! پھر چھوٹا اور بڑا دونوں استنجے کیجئے (خواہ ضرورت نہ ہو) اس کے بعد مسنون طریقے پر وضو کیجئے، اگر نہانے کا پانی قدموں میں جمع ہو رہا ہے تو پیروں کو نہ دھویئے یہاں سے علیحدہ ہو جانے کے بعد دھویئے، ورنہ اسی وقت بھی دھو ڈالنا جائز ہے، اب پانی اول سر پر ڈالے، پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر (اتنا پانی ڈالے کہ سر سے پاؤں تک پہنچ جائے بدن کو ہاتھوں سے ملیے، یہ ایک دفعہ ہوا، پھر دوبارہ اسی طرح پانی ڈالے، پہلے سر پر پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر) اور جہاں بدن سوکھا رہنے کا اندیشہ ہو وہاں ہاتھ سے مل کر پانی بہانے کی کوشش کیجئے (پھر اسی طرح تیسری بار پانی سر سے پیر تک بہائیے!) (ترمذی)

ف: غسل کے بعد بدن کو کپڑے سے پونچھنا بھی ثابت ہے اور نہ پونچھنا بھی، لہذا دونوں میں سے جو بھی صورت آپ اختیار کریں سنت ہونے کی نیت کر لیا کریں (مشکوٰۃ)

سنت: اسی غسل سے نماز ادا کریں، نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے خواہ ننگے ہو کر ہی غسل کیا ہو (ترمذی) ہاں غسل کرنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے یا غسل کی حاجت نہیں ہے اور فجر کی نماز پڑھنی ہے تو نماز فجر کے لیے وضو کرنے کی تیاری کریں اور وضو کے متعلق جو سنتیں ذکر کی جا رہی ہیں ان کا ہر دفعہ وضو کرتے وقت، خیال رکھنا ہوگا۔ ہم ایک ایک مرتبہ عرض کر دیں گے۔

وضو اور اسکی سنتیں

سنت: گھر سے وضو کر کے نماز کے لیے جانا، (بخاری)

سنت: وضو کو کامل طریقے سے کرنا (یعنی مسنون طریقے سے وضو کرنا یہی کامل طریقہ ہے۔) (مسلم)

سنت: بالخصوص جس وقت نفس کو وضو کرنا سردی وغیرہ کی وجہ سے ناگوار ہو، تو اچھے طریقے سے وضو کرنا (ترمذی)

ان کو ادا کرنے سے کامل طریقے سے وضو ہو جائے گا جس وقت بھی آپ وضو کریں ان سنتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) وضو کی نیت کرنا، مثلاً یہ کہ میں نماز کے مباح ہونے کے لیے وضو کرتا ہوں
(۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر وضو کرنا، بعض روایات میں وضو کی بسم اللہ اس طرح آتی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَام (۳) دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک تین بار دھونا (۴) مسواک کرنا، اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو ملانا (۵) تین بار کھلی کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی چھانا (۷) تین بار ہنسی ناک چھڑانا (۸) ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۹) چہرہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرنا (۱۰) ہاتھوں اور پیروں کو دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا (۱۱) ایک بار تمام سر کا مسح کرنا (۱۲) سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا (۱۳) اعضاء وضو کو مل کر دھونا (۱۴) پے درپے وضو کرنا (۱۵) ترتیب وار وضو کرنا (۱۶) داہنی طرف سے پہلے دھونا (۱۷) وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (۱۸) جس وقت وضو کرنا دل کو ناگوار ہو اس وقت بھی خوب اچھی طرح سے وضو کرنا (نور الایضاح)

سنت: جن اوقات میں نماز نفل پڑھنا مکروہ ہے ان کے علاوہ باقی اوقات میں جب وضو کریں، وضو کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا (بخاری و مسلم) اوقات مکروہہ یہ ہیں صبح صادق کے بعد سے اشراق کے وقت تک، زوال کے وقت، عصر کے فرض پڑھنے کے بعد سے غروب آفتاب تک اور سورج غروب ہوتے وقت۔

نماز و جماعت کی سنتیں

سنت: نماز و حیان لگا کر پڑھنا (مسلم)

سنت: تحیۃ الوضو کے بعد اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، (احمد)

سنت: ہر وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنت ہے، (احمد)

سنت: مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو اور انگلی سے زیادہ موٹی نہ ہو (بحر الرائق)

سنت: ہر نماز کے لیے با وضو ہو کر گھر سے چلنا (بخاری)

سنت: گھر سے چلتے وقت نماز پڑھنے کی نیت سے چلنا، یعنی اصل اور مقدم نیت نماز پڑھنے کی ہی کرنی چاہیے۔ (بخاری)

سنت: اذان سننے کے بعد نماز پڑھنے کے لیے اس طرح دنیوی مشاغل کو ترک کر دینا کہ

ان مشاغل سے سروکار ہی نہیں ہے۔ (نشر الطیب)

سنت: تکبیر اُٹھانے کے ساتھ نماز پڑھنا (ترمذی)

سنت: گھر سے باہر آ کر یہ دعا پڑھتے ہوئے چلے: قَوُّ كَلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، (ترمذی)

سنت: نماز پڑھنے کے لیے چلے تو باوقار ہو کر، قدرے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چلے، کیونکہ یہ نشان قدم لکھے جاتے ہیں اور ہر قدم پر ثواب ملتا ہے، (الترغیب)

سنت: مسجد میں داخل ہونے لگیں تو پہلے بایاں پاؤں جوتے میں سے نکال کر بائیں جوتے پر رکھ لیں اور پھر دائیں پاؤں کو جوتے سے نکال کر اول دایاں پاؤں مسجد میں رکھیے! (الترغیب)

سنت: مسجد میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھیے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

سنت: اذان کا جواب دینا یعنی جو کلمات مؤذن کہتا جائے وہی کلمات سننے والا دہراتا جائے، مگر جب مؤذن حسی علی الصلوة اور حسی علی الفلاح کہے تو ان دونوں کلمات کے جواب میں سننے والا لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہے اور فجر کی اذان میں الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبُورَتْ کہے۔

سنت: اذان ختم ہو جانے کے بعد درود شریف پڑھیں اور دُعا کے وسیلہ پڑھیں! اس کے پڑھنے والے کے لیے شفاعت حلال ہو جاتی ہے، دُعا کے وسیلہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ الثَّمَامَةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اَبِ مُحَمَّدٍ النَّوْبِيَّةِ وَالْفَضِيْلَةِ اَوْ بَعَثْهُ مَقَاماً مُحَمَّدُوْنَ الَّذِي وَعَدْتَهُ (بخاری)

سنت: اذان و تکبیر کے درمیان دعا کی مقبولیت کا وقت ہے۔ (ترمذی)

سنت: فجر کے وقت دو رکعت سنت ہیں ان کا ثواب دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (ترمذی)

سنت: ہمیشہ جب تک ہو سکے اگلی صف میں جا کر بیٹھیں! امام کے بالکل پیچھے یا دائیں طرف ورنہ بائیں طرف، اگلی صف میں جگہ نہ ہو تو اسی اوپر والی ترتیب سے دوسری پھر تیسری صف بنا کر بیٹھیں، الغرض جب تک کسی اگلی صف میں جگہ ملتی ہو تو پیچھے نہ بیٹھیں، (مسلم، ابوداؤد)

ن: اور یہ بیٹھنا اس لیے ہے تاکہ اگلی صف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں کیونکہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔

سنت: جب تک جماعت کے انتظار میں نمازی بیٹھے رہتے ہیں ان کو برابر نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے (اسی لیے وہاں دنیا کی باتیں کرنے کی ممانعت ہے کہ یہ ثواب جاتا رہے گا) (بخاری) سنتوں اور فرضوں کے درمیان کوئی ذکر کریں تو مزید ثواب کے مستحق ہونگے مسئلہ: صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب کے پندرہ بیس منٹ بعد تک نفل نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لیے اس وقت تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد بھی نہ پڑھیں، البتہ قضا نماز اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے البتہ نفل اور یہ سب نمازیں طلوع آفتاب، زوال و غروب کے وقت منع ہیں، ان تین وقتوں میں سجدہ بھی نہ کریں۔

سنت: جس وقت بھی مسجد میں آنا ہو تو ان سب باتوں کا خیال رکھیے گا بلا ضرورت شدیدہ دنیوی باتیں نہ کریں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تلاوت و ذکر آہستہ آہستہ کریں قبلہ رونہ تمہیں، نہ قبلہ رو دبیر پھیلائیں، نہ گانا گائیں، نہ باہر گم ہو جانے والی چیزوں کو تلاش کریں، نہ اعلان کریں، بدن کپڑے یا کسی اور چیز سے کھیل نہ کریں، انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالیں نہ ان کو چٹائیں، الغرض مسجد کے احترام کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ (طبرانی، احمد)

سنت: ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام رکھیں، (مسلم)

سنت: جب جماعت کھڑی ہونے لگے تو تکبیر ہونے سے پہلے صفوں کو سیدھا کریں، اس کے بعد تکبیر کہی جائے۔

ترمذی شریف میں ہے: عن ابن عمرؓ انہ کان ہو کل رجلاً باقامة الصفوف ولا یکبر حتی یتخبر ان الصفوف قد قامت۔

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک شخص کو صفیں قائم کرنے کے لیے مقرر کیا ہوا تھا جب وہ آ کر خبر دینا کہ صفیں ٹھیک ہو گئی ہیں، تب وہ تکبیر کہتے تھے۔

سنت: صفوں کو بالکل سیدھا رکھیں مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں، کندھے اور منحنی ایک دوسرے کے مقابل ہوں۔ (صحاہ)

سنت: ہر نماز کو اس طرح خشوع و خضوع سے ادا کریں گویا میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ (الترغیب)

سنت: نماز میں دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا ہوا ہو اور اعضاء بدن بھی سکون میں ہونے چاہئیں، (ابوداؤد، نسائی)

سنت: جماعت سے نماز پڑھنے میں ستائیس گنا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔

نماز کو سنت کے مطابق ادا کرنا ہی کامل طریقہ ہے، خلاف سنت کتنی بھی عجزی کی صورت ہو قابل اعتبار نہیں، اس لیے سنتوں کا خوب خیال رکھنا چاہیے، (از نور الایضاح)

نماز کی سنتیں

۱۔ مرد کو نیت باندھتے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا اور عورتوں کو کندھوں تک اٹھانا۔

۲۔ ہاتھ اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھ کی پٹیلیوں اور انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور بلا قصد و ارادہ جس قدر انگلیاں کھلیں، کھلی رہنے دینا، اپنے ارادے سے نہ ان کو ملانا چاہیے نہ کھولنا چاہیے۔

۳۔ اللہ اکبر کہہ کر مرد کو ناف کے نیچے اس طرح ہاتھ باندھنا کہ بایاں ہاتھ نیچے رہے اور دایاں ہاتھ اوپر رہے اور عورتوں کو اسی طرح سینے پر ہاتھ رکھنا۔

۴۔ صرف پہلی ایک رکعت میں **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ** پوری **وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ** تک پڑھنا۔

۵۔ صرف پہلی رکعت میں امام کو اور منفرد کو **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** پڑھنا (منفردا کیلئے نماز پڑھنے والے کو کہتے ہیں)

۶۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ** پڑھنا امام اور منفرد کو مسنون ہے۔

۷۔ **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ**، **أَعُوذُ بِاللَّهِ** اور **بِسْمِ اللَّهِ** تینوں کو آہستہ آواز سے پڑھنا۔

۸۔ ہر مرتبہ سورہ فاتحہ ختم ہونے کے بعد آہستہ آواز سے آمین کہنا۔

۹۔ (سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ کا ملانا واجب ہے) رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

۱۰۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے گھٹنوں کو پکڑنا۔

۱۱۔ رکوع میں اس طرح سے جھکنا کہ سر، کمر اور سرین تختے کی طرح ایک سطح

کے برابر ہو جائیں، دونوں ہاتھوں کو تان کر سیدھا رکھنا اور ہاتھوں کو پٹیلیوں سے جدا رکھنا اور پٹیلیوں کو بھی سیدھا رکھنا یہ سب مردوں کے لیے ہیں، عورتوں کو صرف اتنا جھکنا چاہیے کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک اچھی طرح پہنچ جائیں، عورتیں انگلیوں کو گھٹنوں پر ملا کر رکھیں۔

۱۲۔ رکوع میں کم از کم تین مرتبہ **سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْعَظِيمُ** کہنا۔

۱۳۔ رکوع سے سر اٹھاتے وقت امام اور منفرد کو **سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ** کہنا اور مقتدی و منفرد کو **رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ** کہنا۔

۱۴۔ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا، جس کو قوم کہتے ہیں بعض اسکو واجب کہتے ہیں۔

۱۵۔ سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہنا۔

۱۶۔ اس ہیئت سے سجدے میں جانا مسنون ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اور پہلے گھٹنے زمین پر رکھے، پھر دونوں ہاتھ کی پٹیلیاں زمین پر اتنا فاصلہ دے کر رکھے کہ سر دونوں پٹیلیوں کے درمیان آجائے اور ہاتھ کے انگوٹھے، کانوں کے زرے کے بالتقابل ہو جائیں، ناک اور پیشانی دونوں زمین پر ٹیکیں۔

۱۷۔ سجدے میں دونوں ہاتھ کی پٹیلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھنا، اسی طرح دونوں پیروں کی انگلیاں بھی قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے۔

۱۸۔ مرد کو سجدے میں دونوں ہاتھوں کی کہنجوں کو ستون کی طرح کھڑا رکھنا پیٹ کو زانوؤں سے، آستینوں کو زمین سے اور بازوؤں کو پٹیلیوں سے جدا رکھنا، سجدہ سینہ کو ابھار کر کرنا، سجدہ زمین کی طرف سینہ دبا کر نہ کرنا چاہیے، البتہ عورتوں کو زمین سے لگ کر سجدہ کرنا چاہیے۔

۱۹۔ سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ **سُبْحَانَكَ رَبِّيَ الْأَعْلَى** کہنا، پھر پانچ یا سات مرتبہ یعنی طاق عدد میں کہنا، طاق کا مطلب یہ ہے کہ وہ دو پر پورا تقسیم نہ ہوتا ہو۔

۲۰۔ سجدے سے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

۲۱۔ پہلے سجدے سے اٹھ کر اس طرح بیٹھنا کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے، دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے کہ اس کی انگلیاں قبلہ رو رہیں اور ہاتھ کی انگلیوں کو بغیر قصد ملائے، قبلہ رخ رکھے، انگلیاں اس طرح رکھے کہ پٹیلیاں ران پر رہیں اور انگلیوں کے سرے گھٹنوں تک رہیں، اس کو جلسہ کہتے ہیں۔

۲۲۔ جلسہ میں بیٹھنا، پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرے سجدے میں جانا۔

۲۳۔ جس طرح پہلے سجدے کے متعلق سنتیں بیان ہوئی ہیں ان سب کو ادا کرتے ہوئے دوسرے سجدے میں جانا (وہاں نفس سجدہ کرنا فرض ہے)۔

۲۴۔ دوسرے سجدے سے اٹھتے تو پہلے پیشانی وناک (یعنی سر) اٹھائے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ کر قدم کے پنجوں پر زور دیکر بغیر بیٹھے اور ایک لگاتار سیدھا دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے۔

۲۵۔ دوسری رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت یا چھوٹی تین آیات کی تلاوت کرے، سورہ فاتحہ اور سورت ملانے کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا منفرہ کے لیے اور سری نماز میں امام و منفرد کے لیے مستحسن ہے، یہ دوسری رکعت پہلی رکعت کے مطابق سنت کا خیال رکھتے ہوئے پوری کریں۔

۲۶۔ دوسری رکعت میں دونوں سجدے ادا کرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر پہلے قعدے میں بیٹھیں اور جس طرح جلسہ میں تحریر کیا گیا ہے، اسی مسنون طریقے سے قعدہ میں بیٹھیں اور التحیات پڑھیں، جب الشہدان لا پر پہنچے تو کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چٹکی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی دونوں کو ہتھیلی پر موز کر ملائے، صحیح والی بڑی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا لے اور کلمہ کی انگلی کو لفظ لا پر کھڑا کر لے اور لا اللہ پڑھ کر نیچے ران تک پر گرا دے اور دائیں ہاتھ کو آخر تک اسی طرح بندھا ہوا رہنے دے التحیات ختم ہوتے ہی (نفلوں اور سنت غیر موکدہ کے علاوہ باقی فرض و واجب و سنت موکدہ میں) فوراً تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے کہ یہ واجب ہے التحیات سے آگے نہ پڑھے۔

۲۷۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ سنت ہے اور سورہ فاتحہ کے بعد سورہ نہ ملانی چاہیے بلکہ سورہ فاتحہ کے بعد آئین کہہ کر رکوع میں چلے جائیں آئین زور سے نہ کہیں، (فرضوں کے علاوہ باقی نفل سنت موکدہ ہوں یا غیر موکدہ یا وتر کی نماز سب میں تیسری یا چوتھی رکعت بھی سورہ فاتحہ اور سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کا ملنا واجب ہے)

۲۸۔ عورت جب التحیات میں بیٹھے تو دونوں پاؤں دائیں جانب کو نکال دے اور بائیں سرین کو زمین پر ٹیک کر اس پر بیٹھے۔

۲۹۔ آخری قعدے میں التحیات پڑھتے ہوئے (جس طرح اوپر مذکور ہوا اشارہ کریں)

تحیات کے بعد دونوں درود شریف پڑھیں اور کوئی دعا جو قرآن وحدیث میں آئی ہو (بجز کرام سلام پھیر دیں)۔

۳۰۔ دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت چہرے کا موڑ ثابت ہے۔

۳۱۔ سلام پھیرتے وقت دونوں جانب یہ نیت کریں کہ میں اس طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کو سلام کر رہا ہوں، امام جس طرف ہو اس طرف نیت میں امام کو بھی شامل کریں۔

۳۲۔ امام کو دائیں طرف سلام پھیرتے وقت لفظ سلام کو یہ نسبت بائیں طرف کے ذرا آواز بلند کرنا، بائیں طرف ذرا پست آواز سے سلام پھیرنا چاہیے۔

۳۳۔ مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دیں ورنہ نہ کریں۔

۳۴۔ جس کو کچھ رکعت جماعت کے ساتھ نہ ملی ہوں اس کو مسبوق کہتے ہیں، جب امام سلام پھیرے تو مسبوق کا امام کے دوسری طرف سلام پھیرنے تک انتظار کرنا سنت ہے، امام جب بائیں طرف سلام پھیر دے تب مسبوق اپنی رہتی ہوئی رکعت اٹھ کر پوری کرے (یہ تمام مسائل نورالایضاح سے لیے گئے ہیں)

سنت: فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اشراق تک ذکر الہی میں مشغول رہیں اس میں اعلیٰ درجہ توبہ ہے کہ جس جگہ فرض پڑھے ہیں وہیں بیٹھے رہیں، اوسط درجہ یہ ہے کہ اس مسجد میں کسی بھی جگہ بیٹھ جائے، ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مسجد سے باہر چلا جائے لیکن ذکر الہی برابر زبان سے ادا کرتا رہے جب آفتاب نکلنے کے بعد اس میں چمک آجائے، تقریباً آفتاب نکلنے کے پندرہ بیس منٹ بعد دو رکعت نفل پڑھیں تو پورے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے

اس کو نماز اشراق کہتے ہیں۔ (ترمذی، مظاہر حق)

سنت: اشراق کے وقت چار رکعت نفل پڑھے تو اس کی کھال کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی۔ (بیہقی)

سنت: نبی کریم ﷺ شہد میں پانی ملا کر پیا کرتے تھے، نبیذ تر پینا بھی آیا ہے، (نبیذ تر جھوہارے تو ذکر رات کو مٹی کے برتن میں ڈال کر رکھیں، صبح کو وہ پانی پیویں) (ترمذی)

اشراق کے بعد حلال روزگار و مشاغل دنیوی میں لگ جائے پھر چاشت کے وقت چاشت کی نماز پڑھیں۔

سنت: جب آفتاب میں اور دھوپ میں تیزی آجائے اندازاً ۸ بجے کے بعد سے زوال

سے ایک گھنٹہ قبل تک کے درمیان دو رکعت یا چار رکعت یا چھ رکعت یا آٹھ رکعت نفل پڑھیں (اس کو چاشت کی نماز کہتے ہیں) (مسلم) چاشت کی صرف دو رکعت پڑھنے سے آدمی کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں سب کا صدقہ ادا ہو جاتا ہے اور تمام گناہ مغیرہ کی مغفرت ہو جاتی ہے (مسلم) اگرچہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، (ترمذی) سنت: چاشت کی چار رکعت پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دن بھر کے بڑے بڑے کام اس بندے کے با سانی پورے کر دیتے ہیں، اس کے کاموں کی کفالت فرمالتے ہیں، (احمد) سنت: جو شخص چاشت کی نماز پڑھنے کے لیے اپنے گھر سے با وضو ہو کر چلے تو اس کو عمر سے کا ثواب ملتا ہے، (ابوداؤد)

سنت: جو شخص چاشت کے وقت آٹھ رکعت نفل پڑھے تو اس کو فالتین (عابدین) میں سے لکھ دیا جاتا ہے، اگر بارہ رکعت نفل پڑھے تو جنت میں مکان بنا دیا جاتا ہے، (احمد)

اسانے طعام مسنونہ

اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، دنبہ، مرغ، خرگوش، نسل گائے اور پرندوں کا گوشت، مچھلی، تر بھجوریں اور کچی نیم پختہ ہر قسم کی بھجوریں خشک چھوارے جو کی روٹی، گندم کی روٹی، روٹی پر بھجوریں رکھ کر دونوں کو ملا کر کھانا، سرکہ اور روٹی، شوربے میں روٹی بھگو کر جس کو ٹپد کہتے ہیں، گوشت دھوپ میں سوکھا ہوا، بھنا ہوا، سالن کے ساتھ پکا ہوا گوشت شانے کا اور دست کا گوشت، پٹھ کا گوشت، جسم کے اگلے حصے کا گوشت، دل، بچکی سرخاب کا گوشت، گیہوں کا حریرہ، جو کے آنے میں زیتون کا تیل ڈال کر جس میں کالی مرچیں اور دیگر مصالح توڑ کر ڈال دیا گیا تھا۔ جو آنا اور چند ملا کر پکایا گیا، زیتون کے تیل سے روٹی لگا کر گھی سے روٹی چڑ کر، بنیر و چھوارے اور گھی ملا کر کھانا بنایا ہوا، جو کی روٹی سالن کے ساتھ، کبھی پانی کے ساتھ، کدو بنیر اور مکھن کے ساتھ چھو ہارے اور گھی ملا کر کھانا بنایا ہوا، کبھی پانی کے ساتھ چھو ہارے، اسی طرح خربوزہ، تربوز، کھیرا، گڑی بھجوروں کے ساتھ ملا کر، آپ ﷺ کو شہد مرغوب تھا، (ترمذی) (شرح سفر السعادت) آپ ﷺ کو کھرچن اچھی معلوم ہوتی تھی، (نشر الطیب)

جن کھانوں کے فوائد یا تعریف آپ سے منقول ہے

سنترہ (بخاری) پیاز لہسن، کلونجی، رائی، میتھی، سونٹھ، روغن زیتون سناہ کی، گھی کے برتن میں شہد ڈال کر اس کو ہلا کر چائنا، سیب جربلی الیوا، عود ہندی، بیلو کے درخت کا پھل، بھر وغیرہ۔ (نشر الطیب)

کھانا کھانے کے متعلق سنتیں

سنت: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا، کلی کرنا۔ (ترمذی) سنت: یہ نیت رکھنا کہ کھانا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اس کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لیے کھاتا ہوں، (الترغیب)

سنت: دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا، اسی طرح کسی دوسرے کو کھانا دینا یا کسی سے کھانا لینا ہو تب بھی دایاں ہاتھ استعمال کرنا (ابن ماجہ) سنت: اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانا، (ابوداؤد)

سنت: کھانے میں جتنے ہاتھ جمع ہوں گے اتنی ہی برکت زیادہ ہوگی، (مشکوٰۃ) سنت: ہر مقدار کھانے پر قناعت کر لینا، یعنی جتنا اور جیسا کھانا مل جائے اس پر راضی رہنا اور اللہ کا فضل سمجھ کر کھانا (مالک)

سنت: کھانا کھانے کے لیے اکڑو (دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا کہ سرین بھی زمین سے اوپر رہے) یا ایک پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دوسرا گھٹنا کھڑا رکھنا یا دونوں زانوؤں کو زمین پر ٹیک کر جھک کر کھانا، (عمدۃ القاری)

سنت: جوتے اتار کر کھانا کھانا، (داری) سنت: کھانے کی مجلس میں جو شخص بزرگ ہو اور بڑا ہو ان سے پہلے شروع کرانا۔ (مسلم)

سنت: کھانا تین اٹھلیوں سے آرام سے کھایا جاسکتا ہو تو چوتھی انگلی کو شامل نہ کرنا، غرض بقدر ضرورت ہاتھ کی انگلیاں استعمال کرنا، (الترغیب)

سنت: بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرنا (ابوداؤد)

سنت: ہاتھوں کو چکنائی لگ گئی ہو تو (دھونے سے پہلے) ان کو ہاتھوں بازوؤں اور قدموں سے پونچھ لینا، (ابن ماجہ)

سنت: دسترخوان پہلے اٹھا لیا جائے اس کے بعد کھانے والے اٹھیں، (ابن ماجہ)

سنت: دسترخوان کو زمین پر بچھا کر کھانا کھانا (شامل ترمذی)

سنت: کھانے سے فارغ ہو کر کوئی دعائے مسنونہ پڑھنا، نیز اس دعا کے پڑھنے سے گناہ (مغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ. (ابوداؤد)

سنت: کسی دوسرے کے دسترخوان پر کھانا کھانے تو اس کے لیے یہ دعا کرنا، مگر اس وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے۔

اللَّهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا.

پانی پینے کے متعلق سنتیں

سنت: دائیں ہاتھ سے پانی پیو، کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان پانی پیتا ہے۔

سنت: تین سانس میں پانی پینا چاہیے (اور سانس برتن سے منہ الگ کر کے لینا چاہیے)۔ (ترمذی)

سنت: پانی پینے سے پہلے بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہنا، (بخاری)

سنت: پینے کی چیز میں پھونک نہ مارنا، (ابوداؤد)

سنت: آب زم زم کھڑے ہو کر پینا، (ترمذی)

سنت: وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا (شامل ترمذی)

سنت: رات کو چھو ہارے یا انگور پانی میں بھگو کر رکھ دیں اور صبح کو ان کا پانی پینا (اس کو نبیذ تمر یا نبیذ عنب کہتے ہیں) اگر گرمی کی وجہ سے یا دیر تک رکھا رہنے کی وجہ سے نشہ پیدا ہو جائے تو ہرگز نہ پیو، نشہ آور چیز حرام ہے۔

سنت: کوئی مشروب خود پی کر دوسرے کو بقیہ دینا ہو تو دائیں جانب والے کا حق ہوتا ہے، (ترمذی)

سنت: جو شخص دوسروں کو پلائے وہ خود سب سے آخر میں پیئے۔ (ترمذی)

سنت: کھانے کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بھول جائے اور درمیان میں یاد آ جائے تو اس طرح پڑھیں بسم اللہ اولہ و آخرہ (ترمذی)

سنت: کھانا اپنی جانب والے کنارے سے شروع کرنا برتن کے بیچ میں یا دوسرے آدمی کے آگے ہاتھ نہ ڈالنا (ترمذی)

سنت: کھانے میں پھونک نہ ماریں، (ترمذی)

سنت: دسترخوان پر مختلف کھانے ہوں تو ہاتھ گھمانا جائز ہے جو کھانا پسند ہو لے کر کھائیں (ترمذی)

سنت: گھر میں سرکہ اور شہد رکھنا سنت ہے (ترمذی)

سنت: گوشت کا بڑا پارچہ بھنا ہوا ہو تو اس کو چھری سے کاٹ کر چھوٹا کرنا درست ہے۔ (بخاری و مسلم)

سنت: گوشت کی بوٹی کو چھری سے کاٹ کر کھانے کی بجائے دانتوں سے نوچ کر کھائیں، زود بخم اور مزیدار معلوم ہوتا ہے (ترمذی)

سنت: تیز گرم کھانا نہ کھائیں، ذرا دم لیں، سہانا ہو جائے تب کھائیں، (احمد)

سنت: کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی چیز یا لقمہ نیچے گر جائے تو اس کو اٹھا کر صاف کر کے کھا لینا چاہیے شیطان کے لیے نہ چھوڑیں۔ (ابن ماجہ)

سنت: آپ کا ساتھی کھانا کھا رہا ہے تو حتی الوسع اس کا ساتھ دینا تاکہ وہ پیٹ بھر کر کھالے، مجبوری ہو تو عذر کر دینا، (ابن ماجہ)

سنت: جس خادم نے کھانا پکایا ہے اس کو کھانے میں شریک کرنا یا دو چار لقمہ اس کو علیحدہ دے دینا، (ابن ماجہ)

سنت: اس گھر میں بہت خیر ہوگی جہاں کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کلی کرنے کی عادت ہو (ابن ماجہ)

سنت: کھانا کھانے کے بعد انگلیوں اور برتن کو چاٹ لینا، کیونکہ کھانے والے کو معلوم نہیں کہ شاید اس جزء میں حق تعالیٰ شانہ نے برکت رکھی ہو جو برتن میں رہ گیا ہے۔

سنت: جب انگلیاں چائیں تو پہلے درمیانی بڑی انگلی اسکے بعد کلمے والی پھر انگوٹھا چائیں (طبرانی)

سنت: ہر پینے کی چیز پی کر (سوائے دودھ کے) یہ دعا کرنا۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ
وَاطْعِنَا مِنْ غَيْرِ وَاَقْتِنَا، اور دودھ پینے کے بعد یہ دعا کرنا: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْ
لَنَا مِنْهُ۔ (شامک ترمذی)

یہ کھانے کی سنتیں ہر کھانے پینے کے وقت وصیان رکھنے کے لیے ہیں، وہ یہ کہ
کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر سو جانا یا لیٹے رہنے کو قبول نہ کہتے ہیں، یہ بھی مسنون ہے۔
اس کے بعد جب ظہر کی نماز کا وقت ہو جائے تو جو طریقہ فجر کی نماز کی تیاری کا
لکھا گیا ہے، وہی ظہر کی نماز کی تیاری کا مسنون طریقہ ہے دیکھ لیا جائے۔
وضو کے بعد ان دونوں کو تسبیح السوحو کہتے ہیں، علاوہ اوقات مکروہہ کے جب بھی
وضو کریں یہ دو رکعت نفل پڑھ لیا کریں، اس طرح مسجد کے داخلے کی شکرانے کی دو رکعت
نفل پڑھا کرتے ہیں ان کو نماز تسبیح المسجد کہتے ہیں وہ بھی مستحب ہیں (ترمذی)
نوٹ: نماز کے لیے وضو کرنے، گھر سے چلنے، راستے کی اور مسجد میں داخل
ہونے، مسجد میں بیٹھنے، صف باندھنے اور جماعت کی تمام سنتوں کا خیال رکھیں جو فجر کے
وقت میں بیان کی گئی ہیں۔

نماز ظہر کی سنتیں

سنت: ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت اور فرضوں کے بعد دو رکعت سنتیں ہیں۔
سنت: جماعت کھڑی ہوگئی ہو تو دو رکعت چلیں کہ سانس پھول جائے بلکہ سب رفتار و تار
کے ساتھ آئیے، (ترمذی)

سنت: امام کے پیچھے وہ لوگ کھڑے ہوں جو نماز کے مسائل سے زیادہ واقف ہوں۔

سنت: نبی کریم ﷺ سے قرش پر، چٹائی پر اور زمین پر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ (ترمذی)
زمین پر نماز پڑھنا چٹائی سے افضل ہے اور چٹائی پر کپڑے کے مصلے سے افضل
ہے (شرح شافعی)

ظہر کی نماز کے بعد اپنی مصروفیات میں مشغول ہو جائیے اور عصر کی نماز کا خاص طور پر خیال
رکھیے! قرآن شریف میں اس کا خصوصی حکم آیا ہے کہ عصر کی نماز باجماعت ادا ہونی
چاہیے، جب عصر کی نماز کی تیاری کریں تو بیان کردہ سنتوں کو ادا کرتے ہوئے چلیں۔

صلوٰۃ عصر

سنت: عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت پڑھنا سنت ہیں (ترمذی)

سنت: جب جماعت کھڑی ہونے لگے تو صفیں سیدھی رکھنے کا خاص اہتمام رکھیں، دوسرا
آدمی یا پیش امام آگے پیچھے ہونے کو کہیں تو قلیل کریں اور ہر نماز کو یہ کچھ کرا دیں کہ شاید
یہ میری آخری نماز ہو۔

سنت: عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک مسجد میں رہ کر جو شخص ذکر الہی کرتا ہے
اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کے آزاد کرنے کا سا ثواب
ہوتا ہے (الترغیب) کا رو بار میں بھی مشغول ہو جائے تو وقت بوقت ذکر کرتا رہے اور
جھوٹ، جھوٹی قسم اور دیگر گناہوں سے پرہیز کرے، ویسے تو ان باتوں کا تمام عمر میں ہی
خیال رکھنا اور گناہوں سے بچنا ضروری ہے، گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا چاہیے۔ برے
ساتھی سے تنہائی اور یاد الہی بہتر ہے۔

سنت: جب سورج غروب ہونے لگے تو چھوٹے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکالیں، اگر باہر
ہوں تو ان کو گھر بلا لیں اس وقت شیطانی لشکر پھیلتا ہے، اب آپ مغرب کی نماز پڑھیں
گے، جملہ سنن کا خیال رکھیں، اکثر سنتیں ہر نماز کے وقت سامنے آتی ہیں، ایک دفعہ بیان
کر دی ہیں آپ پانچوں وقت خیال رکھا کریں۔

نماز مغرب

سنت: مغرب کی اذان کے بعد فرضوں سے پہلے سنتیں نہیں ہیں۔ البتہ اذان کے وقت
حریدہ دعا کرنا منقول ہے۔ اَللّٰهُمَّ هَذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَ اِفْتَارُ نَهَارِكَ وَ اَصْوَاتُ
دُعَائِكَ فَاعْفِرْ لِيْ (مشکوٰۃ)

سنت: مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنا سنت ہیں (ترمذی)

سنت: ان دونوں کے بعد چھ رکعت نفل پڑھے تو اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا
ہے، اس کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔

سنت: گھر میں داخل ہوتے وقت کوئی نہ کوئی ذکر کرتا رہے۔ (مسلم)

سنت: عشاء کی نماز کے بعد (بلا ضرورت) دنیوی باتیں کرنا منع (یعنی مکروہ تنزیہی) ہیں (مشکوٰۃ)

سنت: اندھیری رات ہو، روشنی کا انتظام نہ ہو، تب بھی مسجد میں جا کر نماز عشاء ادا کرنا موجب بشارت ہے۔ (ابن ماجہ)

سنت: ہر فرض نماز کو جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کرنا (الترغیب)

سنت: جو شخص چالیس رات عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ تکبیر اولیٰ سے ادا کرے تو اس کے لیے دوزخ سے برات (بری ہونا) لکھ دیا جاتا ہے (ابن ماجہ)

سنت: وتروں کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سُبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلٰی دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھنا، (ابوداؤد)، (بکھی کبھی چھوڑ دیا کریں)۔

سنت: وتر کی نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ آواز کے ساتھ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ پڑھنا تیسری مرتبہ راکھنی کر پڑھنا۔ (مشکوٰۃ)

رات کے مستنون اعمال

سنت: گھر کے دروازے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر بند کریں اور بسم اللہ پڑھ کر کنڈی لگائیں (بخاری) حتیٰ کہ اگر پانی کی بالٹی ہو تو اس کے عرض پر بھی کوئی لکڑی بسم اللہ پڑھ کر رکھ دیں (بخاری)

سنت: جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں ان سب کو بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپ دیں۔ (بخاری)

سنت: آگ جلتی ہو یا سگ رہی ہو اس کو بجھا دیں۔ (بخاری)

سنت: جس روشنی سے آگ نکلنے کا خطرہ ہو تو اس کو بھی بجھا دیں۔ (بخاری)

سنت: بیوی بچوں کو نصیحت آمیز کہانیاں اور خوش طبعی کی باتیں سنائیں۔ (شامک ترمذی)

سنت: جب بچے تقریباً نو دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو بہن بھائی کے بستر سے بھی الگ الگ کر دیں۔ (مشکوٰۃ)

سنت: سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی اور بچوں کے بھی تین تین سلائیاں دونوں

سنت: گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا بھی حدیث شریف میں آئی ہے، اَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَخْرُجِ وَخَيْرَ الْمَوْلِجِ بِسْمِ اللَّهِ وَلَجْنَا عَلَى اللَّهِ رَبَّنَا تَوَكَّلْنَا۔ (ابوداؤد)

سنت: گھر میں جو موجود ہو، خواہ بیوی ہو بچے ہوں ان کو سلام کرنا (ابوداؤد)

سنت: جب گھر والوں میں سے کسی کے بے پردہ ہونے کا وقت یا اندیشہ ہو تو اطلاع دے کر اندر داخل ہونا (مشکوٰۃ)

سنت: گھر والوں کو کنڈی سے یا پتھروں کی آہٹ سے یا کھٹکھارنے سے خبردار کر دینا (نسائی)

سنت: عشاء کی نماز پڑھنے سے قبل نہ سوئیں! (مشکوٰۃ) مبادا عشاء کی نماز جماعت سے فوت ہو جائے بچوں کو دین کی باتیں بتانے کا یہ اچھا وقت ہے، اب آپ عشاء کی نماز کی تیاری کریں۔

نماز عشاء

سنت: عشاء کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت ہیں (مشکوٰۃ)

سنت: عشاء کے فرضوں کے بعد دو رکعت سنت ہیں (مشکوٰۃ)

سنت: عشاء کی ان دو سنتوں کے بعد بجائے دو رکعت نفل پڑھنے کے چار رکعت نفل پڑھے تو شب قدر کے برابر ثواب ملتا ہے (الترغیب) اور جس کی تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلتی ہو تو یہ چار رکعت تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کریں، تو تہجد میں شمار ہو جاتی ہیں، اگر پچھلی رات کو آنکھ کھل جائے تو اس وقت بھی تہجد کی نماز پڑھ لیں ورنہ یہ چار رکعت بھی کافی ہو جائیں گی۔

سنت: وتروں کے بعد جو دو رکعت نفل پڑھتے ہیں ان نفلوں میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زُلْزَلًا وَدُورًا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھے! تو یہ دو رکعت قائم مقام تہجد کے ہو جاتی ہیں، (الترغیب)

ف: ہو سکے تو دونوں جگہ یعنی وتروں سے پہلے چار رکعت اور وتروں کے بعد دو رکعت نفل میں تہجد کی نیت کر لیا کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ تہجد کی فضیلت و ثواب سے محرومی نہ ہوگی۔

آنکھوں میں سرمہ ڈالیں، پہلے تین مرتبہ دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں ڈالیں۔
سنت: بستر بچھا ہوا ہو یا پلٹا ہوا ہو تو لیٹنے سے پہلے اس کو اچھی طرح جھاڑ لیں، تہہ بند کے ایک کنارے ہی سے جھاڑ لیں، (مشکوٰۃ)

سنت: سونے کے لیے پھر مسواک کر لیں، (مشکوٰۃ)

سنت: سونے کے قبل دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ملا کر ان پر پھونک ماریں ایک مرتبہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر مسودہ اخلاص پڑھیں، پھر پوری بسم اللہ
الرحمن الرحیم پڑھ کر قل اعوذ برب الفلق، پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر
قل اعوذ برب الناس پڑھیں، اور دونوں ہاتھوں کو سر سے پاؤں تک جہاں تک ہاتھ
پہنچیں پھیر لیں، پہلے سامنے سر سے شروع کر کے پیروں تک اس کے بعد کمر کی طرف کو
پھیر لیں، اس طرح سے تین بار کریں، (ترمذی)

سنت: خود بستر بچھانا۔ (مسلم)

سنت: تکلیف لگانا۔ (مسلم)

سنت: چڑے اور کھال کو بستر بنا کر ان پر سونا۔

سنت: چٹائی پر سونا۔

سنت: پورے پر سونا۔

سنت: کپڑے کے فرش پر سونا۔

سنت: زمین پر سونا۔

سنت: تخت پر سونا۔

سنت: چار پائی پر سونا۔ (نشر الطیب وغیرہ)

سنت: داہنی گردن پر قبلہ رو ہو کر سونا۔ (بخاری و مسلم)

سنت: داہنے ہاتھ کے اوپر سر رکھ کر سونا۔ (بخاری)

سنت: لیٹ کر یہ دعا پڑھنا،

اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا (مشکوٰۃ)

سنت: تین بار یہ استغفار پڑھیں!

استغفر اللہ الذی لا إله الا هو الحي القيوم وأتوب إليه، (ترمذی)

سنت: قرآن مجید میں سے کوئی ایک سورۃ پڑھیں جو یاد ہو، (ترمذی)

سنت: طہارت کے ساتھ سونیں (الترغیب) پہلے سے وضو ہو تو کافی ہے ورنہ وضو کر لیں
یہ بھی نہ ہو سکے تو سونے کی نیت سے تیمم ہی کر لیں!

سنت: تہجد کے لیے مصلے سر ہانے رکھ کر سونا (نسائی)

سنت: سورہ واقعہ کا ورد کر لینے سے فقر و قافہ کی نوبت نہیں آتی۔ (الترغیب)

ن: اور بہت سے اور ادواء احادیث میں آئے ہیں جس کو جو اچھا لگے یا کسی کا معمول ہو تو
پڑھ لیا کریں!

سنت: تہجد کی نماز کے لیے اٹھنے کی نیت کر کے سونا۔ (نسائی)

سنت: وضو کا پانی اور مسواک پہلے سے تیار رکھنا۔ (مسلم)

سنت: جس وقت رات کو آنکھ کھل جائے صبح صادق ہونے سے پہلے تہجد کی نماز
پڑھنا۔ (مشکوٰۃ)

ن: تہجد کی کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہوتی ہیں یہ تو سنت ہیں باقی
نوافل جس قدر چاہیں آپ پڑھیں، کوئی ذکر الہی کریں، تلاوت کریں، اگر چاہیں تو تہجد
پڑھ کر پھر سو جائیں، درست ہے مگر فجر کی نماز جماعت سے ادا کریں۔

زوجین کے لئے مسنون اعمال

سنت: (مجھدار بچوں سے پوری احتیاط ہو سکے) جب میاں بیوی کا ایک بستر پر سونا۔
(مشکوٰۃ)

سنت: بیوی کے ساتھ کھیل مذاق کرنا (ترمذی)

سنت: غسل کر لینے کے بعد تویہ سے بدن پوچھنا اور نہ پوچھنا دونوں حضور اکرم ﷺ سے
ثابت ہیں، لہذا دونوں طریقے ہی مسنون ہوئے، (جمع التوائد)

سنت: ایسی حالت میں جب غسل فرض ہو گیا ہو، کھانا پینا ہو (جیسے سحری کے وقت) تو ہاتھ
پہنچوں تک دھو لیں، کلی غرارہ کر کے کھائیں (غسل بعد میں صبح صادق کے بعد کر
لیں) (جمع التوائد)

سنت: رات کو اچھا خواب نظر آئے طبیعت چاہے تو کسی مجھدار تعبیر بتانے والے محبت

وہ اپنے آدمی سے ذکر کر دے تاکہ اچھی تعبیر بتا دے، اور اگر برا خوب اور ڈراؤنا خواب دکھائی دے تو جس وقت آنکھ کھلے اسی وقت اَنُحُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ ایک بار پڑھ کر بائیں ہاتھ کی طرف تین مرتبہ تھکاردے اور کروٹ بدل کر سو جائے اور کسی سے ذکر نہ کرے ان شاء اللہ کوئی ضرر نہ ہوگا، (بخاری و مسلم)

سنت: جب نیند کھلنے کے بعد اُنٹھ بیٹھنے کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اٰخِيَانَا بَعْدَ اَمَانَاتِنَا وَ اَلُوْهُ النُّشُوْرُ۔

ف: چوبیس گھنٹے میں پیش آنے والی مختصر سنتیں عرض کی گئی ہیں، صبح اُنٹھ کر پھر وہی سنتیں شام تک، پھر رات تک سونے کے بعد اُنٹھنے تک کی یاد کر لیا کریں، اسی طرح ہمیشہ کے لیے زندگی کا معمول ہو جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں خدا تعالیٰ نے اپنی محبت عطا فرمانے اور گناہوں کی مغفرت کا قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے حق تعالیٰ شانہ کی محبت اور حبیب خدا ﷺ کی محبت ان دونوں کی رضا جوئی ہی خلاصہ زندگی و حیات ہے، چند روز میں آپ دیکھیں گے کہ ہر قدم پر ان کی ہی محبت کی رہنمائی معلوم ہوگی اور یہ محبت مامور بہ ہے جس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ پھر یوں کہیں گے۔

محبت کی کشش اب راہبر معلوم ہوتی ہے
جدھر جاتا ہوں ان کی راہنمائی معلوم ہوتی ہے
رگ و پے میں ہے ساری لذت و رجحان پھر بھی
طبیعت تشدد و درد جگر معلوم ہوتی ہے
جہاں تک بھی نظر جاتی ہے جلوہ گاہ ہستی میں!
محبت ہی محبت جلوہ گر معلوم ہوتی ہے۔

(حضرت عارفی)

لباس کی سنتیں

سنت: آنحضرت ﷺ گرتے کو پسند فرماتے تھے آپ ﷺ کے گرتے کی آستینیں ہاتھوں کے پہنچوں تک ہوتی تھیں گرتے کا گلا سینے کی طرف ہوتا تھا اور اتنا فراخ کہ کھلے ہوئے

ہونے کے وقت ایک صحابی نے ہاتھ ڈال کر پشت کی جانب مہر نبوت کو برکت کے لیے ہاتھ لگایا تھا، (شائل ترمذی)

سنت: آپ کا گرتا ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہوتا تھا (حاکم)

سنت: پانچجامہ کا آپ نے نرخ کیا ہے (سڑکی وجہ سے آپ ﷺ کو محبوب تھا (ترمذی) لیکن عمر بھرا زار یعنی تہبند ہی استعمال فرماتے رہے ہیں۔

سنت: آپ ﷺ کا لباس چادر لگی، گرتہ، عمامہ ہوتا تھا، وحاری دار چادر پسند کرتے تھے، عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھتے تھے، کبھی صرف ٹوپی پہنتے، کسی وقت صرف عمامہ بھی باندھ لیتے تھے، عمامہ کا شملہ کبھی ہوتا کبھی نہ ہوتا شملہ کمر کی جانب ہوتا تھا، آپ ﷺ نے قبائلی پہنی ہے آپ کی چادر مبارک کا طول چھ ہاتھ اور عرض تین ہاتھ ایک بالشت تھا اور تہبند کا طول چار ہاتھ اور ایک بالشت، عرض دو ہاتھ ایک بالشت آیا ہے، تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا تھا، چادر کا رنگ سرخ وحاری دار سبز اور سیاہ رنگ کی اونٹنی چادر بونے والی اور بغیر بونے والی استعمال فرمائی ہے، شاہ روم نے پوشتین جس پر ریشم کی شفاف تھی بھیجی تھی، آپ ﷺ نے اس کو پہنا ہے، بعض روایات میں پانچجامہ کا خریدنا اور پہننا بھی آیا ہے، سوتی کپڑا زیادہ استعمال فرماتے تھے، قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے آپ کا تکیہ چڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (شرح سفر السعادت و نشر الطیب)

سنت: سفید لباس آپ ﷺ کو پسند تھا، (شائل ترمذی)

سنت: عورتوں کے پردہ کی چادر اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک بالشت بلکہ ایک ہاتھ زمین پر کھینچ چلتی تھی، (ترمذی)

سنت: جب لباس زیب تن فرماتے، حتیٰ کہ جوتیاں بھی تو پہلے دائیں طرف سے پہننا شروع فرماتے اور جب لباس یا جوتا اتارتے تھے تو پہلے بائیں طرف سے اتارنا شروع فرماتے تھے، (ترمذی)

سنت: کپڑا جب تک پیوند لگانے کے لائق نہ ہو جاتا اس کو ردی نہ فرماتے تھے، (ترمذی)

سنت: مرد کو پا جامہ، شلوار، تہبند وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہیے (ترمذی)

سنت: سردار و عالم ﷺ فتح مکہ کے روز سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے، (مشکوٰۃ)

سنت: کپڑے کی سفید ٹوپی اوڑھتے تھے وہ سر کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی تھی، (سراج المیر)
سنت: آپ ﷺ نے چپل (جس کی شکل زاد سعید میں دیکھیں) جوتیاں اور چڑے کے
مونے پہنے ہیں، (مشکوٰۃ)
سنت: بائیں جانب تکیہ لگانا۔ (نثر الطیب)

بال، ڈاڑھی اور مونچھوں کے متعلق سنتیں

سنت: سردارانِ نبیاء ﷺ کی ڈاڑھی مبارک اتنی گہری اور عجبان تھی کہ آپ ﷺ کے سینہ
مبارک کو بھر دیتی تھی، (شائل ترمذی)
سنت: (ایک مشت ہو جانے کے بعد) ڈاڑھی کے دائیں بائیں جانب سے بڑھے ہوئے
بال لینا تاکہ خوبصورت ہو جائے (شرح الشمائل)
سنت: ایک مشت یا اس سے بڑی ڈاڑھی رکھنا۔ (ترمذی)
سنت: مونچھوں کو کتر وانا اور کتر وانے میں مبالغہ کرنا۔ (ترمذی)
سنت: جدِ شرقی میں رہ کر خط بنوانا، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو درست کر کے تیل
ڈالنا۔ (موطا امام مالک)
سنت: سر اور ڈاڑھی میں کنگھا کرنا۔ (ترمذی)
سنت: سر پر سنت کے مطابق پٹے رکھنا۔ (مشکوٰۃ)
سنت: زیر ناف، بغل، ناک کے بال لینا، (بخاری) (چالیس روز گزر جائیں اور صفائی
نہ کرے تو گناہ گار ہوگا) (مرقات)
سنت: ڈاڑھی کو مہندی دسمہ کا خضاب کرنا یا سفید ہی رہنے دینا دونوں باتیں مسنون
ہیں۔ (موطا امام مالک)
سنت: عورتوں کو ناخنوں پر مہندی لگانا (ابوداؤد)

نومولود کے متعلق سنتیں

سنت: جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر
کہنا، (مسند ابویعلیٰ)

متفرق مسنون اعمال

سنت: گھر پر مہمان آئے تو اس کی عزت و اکرام کرنا، (مشکوٰۃ)
سنت: کسی شخص نے آپ کی مہمان نوازی جان کر نہ کی ہو لیکن جب وہ آپ کے گھر آئے
تو اس کی مہمانداری کرنا، (ترمذی)
سنت: مہمان جب رخصت ہو تو گھر کے دروازے تک اس کو چھوڑنا، (ابن ماجہ)
سنت: پردوسی کو اپنی ایذا سے بچانا، اس کو اچھی بات کہنا ورنہ خاموش رہنا، صلہ رحمی
کرنا، (بخاری و مسلم)
سنت: اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا، (بخاری)
سنت: کوئی شخص آپ کے لیے ہدیہ یا تحفہ لائے اور آپکو اس کی طرف شوق بھی نہ ہو تو بھی
اس کا قبول کر لینا، (الترغیب)
سنت: جمعہ و عیدین کی نماز کے لیے غسل کرنا، جلدی نماز کے لیے چلے جانا دہاں دنیا کی
باتیں نہ کرنا، پہلی صف میں امام کے پیچھے جا کر بیٹھنا اگر پہلے سے آدمی بیٹھے ہوں تو ان کو
پھلانگ کر نہ جانا، دو آدمیوں میں جو پاس پاس بیٹھے ہوں جدائی نہ کرنا، خطبہ کے وقت
خاموش رہنا جمعہ سے قبل چار رکعت سنت ہیں، جمعہ کے فرضوں کے بعد چار سنت پھر دو سنت
ہیں (الترغیب)
سنت: جو مسلمان ملے اس کو سلام کرنا، چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا، سلام کا جواب
وعلیکم السلام کہنا، اور چھینک کا جواب یرحمکم اللہ سے دینا واجب ہے، بیمار
ہو جائے تو اس کو پوچھنے کے لیے جانا، مر جائے تو دوسرے مسلمانوں کے ہوتے ہوئے بھی
اس کے جنازے کے پیچھے چلنا، نماز و دفن میں شریک رہنا، جب کوئی دعوت دے تو بلا عذر
شرعی دعوت رو نہ کرنا، امانت کو بحیث ادا کرنا، وعدے کو پورا کرنا، کوئی رشتہ دار بدسلوکی

کرے اس کے ساتھ سلوک سے پیش آنا، چھوٹوں پر رحم کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، بڑوسی کے ساتھ احسان کرنا، غیر مسلم اقوام کی وضع قطع ان کے رسم و رواج ترک کر کے ان کو اسلام کے مطابق کرنا، غصہ نہ لگانا، مسلمانوں کو اپنے ہاتھ و زبان سے محفوظ رکھنا، نعمت پر شکر کرنا مصیبت پر صبر کرنا، گانے کی طرف کان نہ لگانا، (الترغیب والترہیب)

سنت: اہل بیت، صحابہ کرام، ازواج مطہرات سب سے محبت رکھنا۔ (ترمذی)

سنت: سرورِ دو عالم ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہنا (ترمذی)

سنت: دعا کے اول و آخر میں درود شریف پڑھنا، (مشکوٰۃ)

سنت: خوش طبعی کرنا اور اس میں سچ بولنا (نشر الطیب)

سنت: اپنے اوقات میں کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لیے کچھ گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے (جیسے ان سے ہنسنا بولنا) ایک حصہ اپنے بدن کی راحت کے لیے نکالنا،

سنت: دین کی بات سن کر دوسرے مسلمان تک پہنچانا۔

سنت: اپنی زبان کو لایعنی (فصول) باتوں سے بچانا۔

سنت: کشادہ روئی اور حسن اخلاق کے ساتھ ملنا۔

سنت: اپنے ملنے چلنے والوں کے حالات کا استفسار کرنا۔

سنت: اچھی بات سن کر اس کی اچھائی اور بری بات سن کر اس کی برائی سمجھنا۔

سنت: ہر کام کو انتظام سے کرنا۔

سنت: مجلس میں جو جگہ مل جائے اس جگہ بیٹھ جانا۔

سنت: کوئی شخص جہاں بیٹھا ہے اس کو کسی ترکیب سے اٹھا کر خود ہاں نہ بیٹھنا۔

سنت: سات برس کا بچہ ہو جائے تو نماز و دیگر دین کی باتوں کا حکم کرنا،

سنت: دس برس کا ہو جائے تو نماز پڑھوانا، (ہذا کل من نشر الطیب)

سنت: جب آپ ﷺ کے پاس ہدیہ کوئی پھل آتا اور وہ پھل اول مرتبہ ہی کھانے کے قابل ہوتا تو اس کو آپ ﷺ آنکھوں سے لگاتے پھر دونوں ہونٹوں سے لگاتے اور فرماتے: اَللّٰهُمَّ كَحْمَا اَرْيَيْنَا اَوَّلَهُ فَارِنَا اٰخِرَهُ، پھر بچوں کو دے دیتے جو بھی بچے اس وقت آپ ﷺ کے پاس ہوتے، (ابن السنی)

سنت: جب آپ ﷺ سر میں تیل لگانے کا قصد فرماتے تو بائیں ہاتھ کی پھیلی میں اس تیل

کو رکھتے اور پہلے آبروؤں پر، پھر آنکھوں پر اور پھر سر پر لگاتے (مراد پلکیں ہیں) اس طرح جب داڑھی مبارک پر تیل لگانا چاہتے تو پہلے آنکھوں کو لگاتے، پھر داڑھی میں لگاتے، (شیرازی عزیزی)

سنت: جب آپ کو خوشبودار تیل پیش کیا جاتا تو پہلے آپ ﷺ اس میں انگلیاں ڈبوئے پھر جہاں لگانا ہوتا انگلیوں سے استعمال فرماتے، (ابن عساکر)۔

سنت: جب حضور ﷺ عینکین ہوتے تو داڑھی مبارک کو ہاتھ میں لے لیتے اور داڑھی کو دیکھتے تھے، (شیرازی) ایک روایت میں ہے کہ غم کے وقت اکثر آپ ﷺ داڑھی مبارک پر ہاتھ لے جایا کرتے تھے۔

سنت: جب آپ ﷺ کو کوئی دشواری پیش آتی تو سر آسمان کی طرف لے جاتے اور کہتے: سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ، (ترمذی)

سنت: جب آپ ﷺ کو کسی کے متعلق بری بات معلوم ہوتی تو یوں نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا، ایسا ایسا کرتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں، (ترمذی)

سنت: جب آپ کو زیادہ ہنسی آتی تو آپ ﷺ منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے (لیثوی)

سنت: جب حضور اکرم ﷺ ازواج مطہرات کے پاس ہوتے تو بہت نرمی اور خاطر داری اور بہت اچھی طرح ہنستے بولتے تھے، (ابن عساکر)

سنت: جب حضور اکرم ﷺ کسی کی عیادت فرماتے تو اس سے آپ ﷺ یہ کہتے تھے: لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ (بخاری)

سنت: جناب رسول مقبول ﷺ جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے فرماتے، پھر دوسروں کے لیے فرماتے (طبرانی)

سنت: جب آپ ﷺ کو کوئی پریشانی یا خوف ہوتا تو اس طرح پڑھا کرتے اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اَشْرَکَ بِہٖ شَیْئًا، (نسائی)

سنت: جب آپ ﷺ کو چھینک آتی تو ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھ لیتے اور آواز کو پست فرماتے تھے، (ترمذی)

سنت: جب آپ ﷺ کو کھڑے ہوئے غصہ آتا تو بیٹھ جاتے اور بیٹھے ہوئے غصہ آتا تو

- ۳۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود پڑھے۔ (نسائی، معجم اوسط طبرانی، ابویعلیٰ موصلی، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی)
- ۵۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص میرا ذکر کرے تو اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ (ابویعلیٰ موصلی)
- ۶۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے درود پڑھا کر مجھ پر، تمہارا درود مجھ کو پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو، (نسائی، گلشن رحمت)

فصل دوم

تارک درود پر زجر اور وعید

- ۱۔ حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود نہ ہو قیامت کے روز وہ مجلس اُن لوگوں کے حق میں باعث حسرت ہوگی گو ثواب کے لئے جنت ہی میں داخل ہو جاویں۔ (ابن حبان، ابوداؤد)
- ۲۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بڑا بخیل وہ شخص ہے کہ اس کے رو برو میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی، ابن حبان)
- ۳۔ اور ارشاد فرمایا رسول نے ملایا میٹ ہو جائے وہ شخص کہ اس کے رو برو میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی)
- ۴۔ ابن ماجہ نے بسند حسن اور حافظ ابو نعیم نے علیہ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی بھول گیا مجھ پر درود بھیجتا بھک گیا وہ راہ جنت سے۔ (فضائل درود شریف)

فصل سوم

فضائل درود شریف

- ۱۔ سب سے بڑھ کر تو فضیلت اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود صلوٰۃ کی نسبت اپنی اور اپنے ملائکہ کی طرف فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ان اللہ و ملکته یصلون علی النبی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر۔
- ۲۔ حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جمعہ کے روز جو شخص مجھ پر

لیٹ جاتے تھے (تاکہ غصہ فرو ہو جائے)، (ابن ابی الدنیا)

سنت: آنحضرت ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو خود بھی اور دوسروں کو بھی فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، (اللہ اسے مگر تکبر کے جواب میں ثابت قدم رکھے) (ابوداؤد)

سنت: آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب آپ کے صحابہ میں سے کوئی آپ سے ملتا اور وہ ٹھہر جاتا تو اس کے ساتھ آپ بھی ٹھہر جاتے اور جب تک وہ نہ جاتا آپ ٹھہرے ہی رہتے، اور جب کوئی آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہتا تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ دے دیتے اور جب تک وہ خود نہ ہاتھ چھوڑے آپ ﷺ ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے، ایک روایت میں ہے آپ ﷺ اپنا کسی سے چہرہ نہ پھیرتے جب تک وہ نہ پھیرتا، اور کوئی چپکے سے بات کہنا چاہتا تو آپ ﷺ کان اس کی طرف کر دیتے تھے اور جب تک وہ فارغ نہ ہوتا آپ ﷺ کان نہیں ہٹاتے تھے۔ (نسائی)

سنت: جب آپ ﷺ چلتے تھے تو لوگوں کو آگے سے بنایا نہیں جاتا تھا، (طبرانی)

هُوَ الْمَسْكُ مَا كَرَّزَتْهُ يَنْصَوْعُ (یہ ایسی مشک ہے، جتنی دفعہ پڑھو، عمل کرو، خوشبو ہی خوشبو مہکاتی ہے) یہ ان کی باتیں ہیں جو خداوند تعالیٰ کی ساری مخلوقات اور کائنات کے سردار فخر الانبیاء خاتم النبیین ہیں!

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَاتَّبَعِهِ بِعَدَمَاتُجِبُهُ وَتَرْضَاهُ.

فصل اول

درود شریف پڑھنے کا حکم

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔
- ۲۔ حدیث شریف میں ہے ارشاد فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کر کہ مجھ پر درود پیش ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان)
- ۳۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کر کہ وہ تمہارے لئے موجب پاکی ہے۔ (ابویعلیٰ موصلی)

درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (صحیح المسند رک للحاکم)

۳۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس کر دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے لیتا ہوں۔

۴۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ قیامت کے روز میرے ساتھ اس کو قرب ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوگا۔ (ترمذی)

۵۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے بہت سے فرشتے اسی کام کے ہیں کہ سیاحی کرتے رہتے ہیں اور جو شخص میری امت میں سلام بھیجتا ہے اس کو میرے پاس پہنچاتے ہیں۔ (نسائی، ابن حبان)

۶۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملا، انہوں نے مجھ کو خوشخبری سنائی کہ پروردگار عالم فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اُس پر رحمت بھیجوں گا اور جو شخص آپ پر سلام پڑھے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ میں نے یمن کرجمہ شکر ادا کیا۔ (صحیح المسند رک للحاکم)

۷۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر صلوٰۃ کی کثرت کیا کرتا ہوں تو کس قدر صلوٰۃ اپنا معمول رکھوں، فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے میں نے کہا کہ ایک رُخ، یعنی تین رُخ اور وظائف رہیں، فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے اور اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا نصف، فرمایا جس قدر چاہو اور اگر زیادہ کرو تو اور بہتر ہے میں نے کہا تو پھر سب درود ہی درود رکھوں گا، فرمایا تو اب تمہارے سب گروں کی بھی کفایت ہو جاوے گی اور تمہارا گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ (ترمذی)

۸۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائیں اور اُس کے دس گناہ معاف ہوں اور اس کے دس درجے بڑھیں اور دس نیکیاں اُس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں۔ (مجم کبیر طبرانی)

۹۔ اور ایک روایت میں ہے کہ درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور ملائکہ اس کے لئے ستر بار دعا کرتے ہیں۔

۱۰۔ کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ

السلام کو وحی فرمائی کہ تم چاہتے ہو کہ قیامت کے روز تم کو پیاس نہ لگے، عرض کیا ہاں ارشاد ہوا کہ محمد ﷺ پر درود کی کثرت کیا کرو، (اصبانی۔ حاشیہ الحزب)

۱۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر درود کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (دیلی حاشیہ الحزب)

۱۲۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے اُس کو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ سے فاصلے پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے یعنی بذریعہ ملائکہ کے۔ (بیہقی شعب الایمان)

۱۳۔ ذُرِّقار میں اصبانی سے نقل کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر درود پڑھے اور وہ قبول ہو جائے تو ۸۰ سال کے گناہ اس کے بخوبی جاتے ہیں۔

۱۴۔ شفا میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے، فرشتہ اس درود کو لے کر مجھ تک پہنچاتا ہے اور نام لے کر کہتا ہے کہ فلا نا ایسا کہتا ہے یعنی اس طرح درود بھیجتا ہے۔ (فضائل درود شریف)

۱۵۔ ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کثرت کرو مجھ پر درود بھیجے کی تحقیق وہ پاکیزگی ہے واسطے تمہارے یعنی بسبب درود کے گناہوں سے پاکی اور ہر طرح کی ظاہر و باطنی جانی و مالی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ (فضائل درود شریف)

۱۶۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو آدمی مجھ پر درود بھیجتا ہے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں یعنی اُس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اب اختیار ہے خواہ کم درود بھیجو مجھ پر یا زیادہ مقصود یہ ہے کہ درود بکثرت پڑھنا چاہئے۔ (فضائل درود شریف)

۱۷۔ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص درود بھیجے مجھ پر کسی کتاب میں ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے، جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔ (فضائل درود شریف)

۱۸۔ امام مستغفری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی ہر روز سو بار درود پڑھے اس کی سوجا جتیں پوری کی جاویں تیں دنیا کی باقی آخرت کی۔ (فضائل درود شریف)

۷۔ درمختار میں ہے کہ اسباب تجارت کھولنے کے وقت یا ایسے ہی کسی موقع پر یعنی جہاں درود شریف پڑھنا مقصود نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض کا اس کو ذریعہ بنایا جاوے تو درود شریف پڑھنا ممنوع ہے۔

۸۔ درمختار میں ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور آواز بلند کرنا جہل ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رسم ہے کہ نمازوں کے بعد حلقہ باندھ کر بہت چلا چلا کر درود شریف پڑھے ہیں قابل ترک ہے۔

فصل ہفتم

مواقع درود شریف

۱۔ جب نام مبارک زبان پر یا کان میں آئے جیسا کہ مسائل میں گزرا۔
۲۔ جب کسی مجلس میں بیٹھے تو اُٹھنے سے پہلے درود شریف پڑھ لے جیسا زبر (فصل دوم) میں گزرا۔

۳۔ دعا کے اول و آخر میں پڑھے جیسا خواص میں گزرا۔

۴۔ مسجد میں جانے اور اس سے باہر آنے کے وقت حدیث شریف میں یہ پڑھنا آیا ہے۔
بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ (فضائل درود شریف)

۵۔ بعد اذان کے مسلم اور ترندی میں ہے کہ درود بھیجے نبی ﷺ پر اور مانگے آپ کے لئے وسیلہ اللہ تعالیٰ سے۔ (فضائل درود شریف)

۶۔ بوقت وضو کے ابن ماجہ میں ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں وضو ہوتا اس شخص کا جو وضو نہ بھیجے نبی ﷺ پر (فضائل درود شریف)، یعنی پورا ثواب نہیں ملتا۔

۷۔ بوقت زیارت قبر شریف کے یحییٰ نے روایت کیا ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں سن لیتا ہوں۔ (فضائل درود شریف)

۸۔ ابتدائے رسائل و کتب میں بعد بسم اللہ اور حمد کے درود و سلام لکھنا ابن حجر کئی نے لکھا ہے کہ یہ طریقہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جاری ہوا، خود انھوں نے اپنے خطوط میں اسی طرح لکھا۔ (فضائل درود شریف)

۱۹۔ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار، قیامت کے روز اس کے لئے میری شفاعت ہوگی۔ (فضائل درود شریف)

۲۰۔ ابو حفص ابن شاپینؒ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر ہزار مرتبہ درود پڑھے نہ مرے گا جب تک کہ اپنی جگہ جنت میں نہ دیکھ لے گا۔ (سحایہ)

۲۱۔ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے ہول اور خطرات سے وہ شخص زیادہ نجات پائے گا جو دنیا میں مجھ پر درود زیادہ بھیجتا ہوگا۔ (سحایہ)

فصل چہارم

مسائل متعلقہ درود شریف

مسئلہ نمبر ۱: عمر بھر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے بوجہ حکم صلوا کے جو شعبان ۲۰۱۰ میں نازل ہوا۔

۲۔ اگر ایک مجلس میں کئی بار آپ کا نام پاک ذکر کیا جاوے تو طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر بار میں ذکر کرنے والے اور سننے والے پر درود پڑھنا واجب ہے مگر فتویٰ یہ ہے کہ ایک بار واجب ہے پھر مستحب ہے۔

۳۔ نماز میں بجز تشهد اخیر کے دوسرے ارکان میں درود پڑھنا مکروہ ہے ورمختار۔

۴۔ جب خطبہ میں حضور ﷺ کا نام مبارک آئے یا خطیب یہ آیت پڑھے۔ یا ایہا الذین امنوا اصلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اپنے دل میں بلا جنبش زبان کے ﷺ کہہ لے۔ درمختار۔

۵۔ بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے اور با وضو نور علی نور ہے۔

۶۔ بجز حضرات انبیاء و حضرات ملائکہ علی جمیعہ السلام کے کسی اور پر استغلا لا درود شریف نہ پڑھے البتہ جمعا مضاعفا فقہ نہیں مثالیوں نہ کہے۔ اللھم صل علی ال محمد بلکہ یوں کہے

اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد۔ درمختار

باب نمبر ۷

سنت اور اہل سنت

سنت و بدعت کے بارے میں چند امور

نبی کریم ﷺ سے محبت کا تقاضا اور سب سے بڑی علامت یہی ہے کہ آپ ﷺ کی جملہ سنتوں کی اتباع کی جائے، گزشتہ صفحات میں کئی جگہ سنت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں سنت کی ضد بدعت ہے۔ اس لئے ذیل میں بدعت کے بارہ میں چند امور پیش خدمت ہیں، تاکہ بدعت کی ظلمت اور سنت کا نور پوری طرح عیاں ہو جائے۔

سنت و بدعت باہم متقابل ہیں، جب کہا جائے کہ فلاں چیز سنت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ”بدعت“ نہیں۔ اور جب کہا جائے کہ یہ چیز ”بدعت“ ہے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیز خلاف سنت ہے۔

شریعت کیا ہے

میرا آپ کا اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد ایک طرف گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں، تو دوسری طرف آئندہ قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا گویا آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد ایک آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہے جس کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ کی پسند و ناپسند معلوم ہو سکتی ہے اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں، آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف

۹۔ بوقت جاگنے کے رات میں واسطے تہجد کے، نساکی نے سنن کبیر میں ایک حدیث طویل میں نقل کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ پسند کرتا ہے ایسے آدمی کو جو رات کے بچ میں اٹھے اور کسی کو خبر نہ ہو پھر وضو کرے پھر حمد الہی کرے اور درود پڑھے پھر قرآن مجید پڑھنا شروع کرے۔ (فضائل درود شریف)

۱۰۔ واسطے دفع بلیات مثل وبا و زلزلہ وغیرہ کے، جلال الدین سیوطی نے اور دوسرے محدثین نے احادیث سے اس کو استنباط کیا ہے۔ (فضائل درود شریف)

سے پسند و ناپسند کا جو آئین دیا اسی کا نام دین و شریعت ہے۔ جس کی تکمیل کا اعلان آنحضرت ﷺ کے وصال سے تین مہینے پہلے میدان عرفات میں کر دیا گیا۔ اب نہ اس دین میں کمی ہو سکتی ہے اور نہ کسی اضافے کی گنجائش ہے۔

صحابہ ثقہ و امین ہیں

سنت طریقہ کو کہتے ہیں، پس عقائد، اعمال، اخلاقی، معاملات اور عادات میں آنحضرت ﷺ نے جو طریقہ اپنایا وہ ”سنت“ ہے اور اس کے خلاف ”بدعت“ ہے۔ طریقہ نبوی ﷺ کا علم ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت کے ساتھ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے، اس لئے خلفائے راشدین کی سنت بھی سنت نبوی ﷺ کا حکم رکھتی ہے، نیز آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں ان کو دین کے معاملہ میں ثقہ اور امین فرمایا ہے،

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

أَكْبَرُ مَوَاضِعَ بَيْتِي فَبَيْنَهُمْ حِجَابٌ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَنْظُرُونَ الْكِبْدُ، الْحَدِيثُ. (مشکوٰۃ ص ۵۵۳)

ترجمہ:- میرے صحابہ کی عزت کرو، کیونکہ وہ تم میں سب سے پسندیدہ لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، اس کے بعد جھوٹ کا ظہور ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ میرا جو صحابی کسی زمین میں فوت ہوگا وہ قیامت کے دن لوگوں کا قائد اور نور بن کر اٹھے گا۔ (حوالہ بالا)

یہ مضمون بہت سی احادیث میں ارشاد ہوا ہے، ادھر قرآن کریم نے جماعت صحابہ کو ”المؤمنین“ اور ”خیر امت“ کا خطاب دے کر ان کے راستے پر چلنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص ان کے راستے سے ہٹ جائے اسے گمراہ قرار دے کر اس کو جہنم میں جھونکنے کی وعید سنائی ہے۔ اور بہت سی آیات کریمہ میں صحابہ کرام کو رحمت و رضوان کے مژدے سنائے ہیں۔ اس لئے حضرات صحابہ کرام کی سنت ہی دراصل آنحضرت ﷺ کی سنت

مطہرہ کا آئینہ ہے۔ جو کام ان اکابر نے بالاتفاق کیا ہو یا جس کام کو بالاتفاق ترک ہو وہ قطعی ہے، اور اس سے انحراف کسی کے لئے جائز نہیں، اور جو کام بعض صحابہ نے کر اور کسی نے اس پر کبیر نہ کی وہ بھی بلاشبہ حق و صواب ہے۔ اور اس میں کسی شک وارتیاب کی گنجائش نہیں،

الغرض کسی چیز پر صحابہ کرام کا تعامل اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے تین زمانے کے لوگوں کو خیر القرون کے لوگ فرمایا ہے یعنی صحابہ کرام ان کے شاگرد، اور ان کے شاگردوں کے شاگرد (ان کو تابعین اور تبع تابعین کہا جاتا ہے) اس لئے ان تین زمانوں میں بغیر کسی روک ٹوک کے جس چیز پر مسلمانوں کا عمل درآد رہا وہ سنت کے دائرے میں آتی ہے۔

بدعت اور اسکی تشریح

”سنت“ کی اس تشریح سے ”بدعت“ کی حقیقت خود بخود معلوم ہو جاتی ہے۔ یعنی جو چیز آنحضرت ﷺ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں معمول و مروج نہ رہی ہو اس کو دین کی بات سمجھ کر کرنا ”بدعت“ کہلاتا ہے مگر اس کے مزید تشریح کے لئے چند چیزوں کا سمجھ لینا ضروری ہے۔

اول: یہ کہ جس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ سے ایک سے زیادہ صورتیں منقول ہوں وہ سب سنت کہلائیں گی ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر کے دوسری کو ”بدعت“ کہنا جائز نہیں، الا یہ کہ ان میں سے ایک منسوخ ہو مثلاً آنحضرت ﷺ سے امین بالجبر بھی ثابت ہے اور آہستہ بھی۔۔۔ لہذا یہ دونوں سنت ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو ”بدعت“ کہہ کر اس کی مخالفت جائز نہیں۔

دوم: ایک کام آنحضرت ﷺ کا اکثری معمول تھا، مگر دوسرا کام آپ ﷺ نے کبھی ایک آدم مرتبہ کیا، اس صورت میں اصل ”سنت“ تو آپ ﷺ کا اکثری معمول ہوگا مگر دوسرے کام کو بھی جو آپ ﷺ نے بیان جواز کے لئے کیا ”بدعت“ کہنا صحیح نہیں ہوگا، اسے ”جائز“ کہیں گے اگرچہ اصل سنت وہی ہے جس پر آپ ﷺ نے ہمیشہ عمل فرمایا۔ سوم: ان تین زمانوں کے بعد جو چیزیں وجود میں آئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں

ایک وہ جن کو خود مقصود سمجھا جاتا ہے دوسری وہ جو خود مقصود بالذات نہیں بلکہ کسی مامور شرعی کے حصول کا ذریعہ سمجھ کر ان کو کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں دین کا علم سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کے بے شمار فضائل آئے ہیں اور اس کی نہایت تاکید فرمائی گئی ہے اب حصول علم کے وہ ذرائع جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین کے زمانے کے بعد ایجاد ہوئے ان کو اختیار کرنا بدعت نہیں کہلائے گا۔ (بشرطیکہ وہ بذات خود جائز ہوں) کیونکہ یہ ذرائع خود مقصود بالذات نہیں، بلکہ مامور شرعی کا ذریعہ محض ہیں۔

اسی طرح مثلاً قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں جہاد کے بہت سے فضائل آئے ہیں، تو جن ذرائع سے جہاد کیا جاتا ہے اور جو اختیار جہاد میں استعمال کئے جاتے ہیں ان کو اختیار کرنا محض اس لئے "بدعت" نہیں کہلائے گا کہ آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام کے مبارک دور میں یہ آلات و ذرائع نہیں تھے کیونکہ یہ ذرائع خود مقصود بالذات نہیں ان کو بذات خود دین سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح سفر حج بہت بڑی عبادت ہے، مگر سفر کے جدید ذرائع اختیار کرنا بدعت نہیں کیونکہ ہوائی جہاز یا بحری جہاز میں بیٹھنے کو بذات خود عبادت نہیں سمجھا جاتا بلکہ حصول عبادت کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

الغرض جو چیزیں مامورات شرعیہ کے لئے ذریعہ اور وسیلہ کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا استعمال جائز ہے لیکن کسی چیز کو بذات خود دین کے کام کی حیثیت سے ایجاد کرنا بدعت ہے۔

چہارم: قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ میں بہت سے مسائل شریعت کے اصول و قواعد ارشاد فرمائے گئے ہیں اور اہل استنباط کو ان اصول و قواعد کی روشنی میں ان نئے مسائل کا حکم معلوم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جو بعد میں رونما ہونے والے تھے۔ پس خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اس حکم کی تعمیل میں ائمہ ہدئی نے جو مسائل قرآن و سنت سے نکالے ان کو بھی بدعت نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ وہ سب قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ سے ہی ثابت کئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم سنت نبوی، تعامل صحابہ و تابعین کے بعد ائمہ اجتہاد کے اجتہادی مسائل کو بھی دین کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اور "اجتہاد" بھی دلائل شرعیہ میں سے ایک غیر مستقل شرعی دلیل ہے۔

پنجم: جو بات نہ قرآن کریم سے ثابت ہو، نہ حدیث نبوی ﷺ سے نہ تعامل صحابہ و تابعین سے اور نہ فقہائے امت کے اجتہاد و قیاس سے وہ دین سے خارج ہے اس کو نہ کسی بزرگ کے کشف و الہام سے "دین" بنایا جاسکتا ہے اور نہ کسی پڑھے لکھے کی قیاس آرائی سے۔۔۔۔۔ کیونکہ شریعت کے دلائل یہی چار (کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع امت اور قیاس) ہیں جو میں نے اوپر ذکر کئے ان کے علاوہ کسی چیز کو شرعی دلیل کی حیثیت سے پیش کرنا بجائے خود "بدعت" ہے چہ جائیکہ اس سے دین کی کسی چیز کو ثابت کیا جائے۔

اقسام بدعت

"بدعت" کی دو قسمیں ہیں ایک اعتقادی، دوسری عملی۔۔۔۔۔ اعتقادی بدعت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ ایسے عقائد و نظریات رکھے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین کے خلاف ہوں۔ "ظلمات بعضھا فوق بعض" کے مطابق آگے ان کی بہت سے قسمیں بن جاتی ہیں، بعض صریح کفر ہیں، جیسے قادیانیوں کا یہ عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی۔۔۔۔۔ نعوذ باللہ۔۔۔۔۔ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ یا یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں وغیرہ اور بعض اعتقادی بدعتیں کفر تو نہیں، مگر ان کو ضلالت و گمراہی کہا جائے گا۔

عملی بدعت یہ کہ کسی عقیدے میں تو تبدیلی نہ ہو، مگر بعض اعمال ایسے اختیار کئے جائیں جو سلف صالحین سے منقول نہیں۔

صاحب بدعت کے لئے وعیدات

آنحضرت ﷺ نے "بدعت" کی جتنی مذمت فرمائی ہے شاید کفر و شرک کے بعد کسی اور چیز کی اتنی برا کی نہیں بیان فرمائی ایسی سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت کو آنحضرت ﷺ نے مردود و ملعون اور ضلالت و گمراہی فرمایا ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص بدعت ایجاد کرے یا اس میں مبتلا ہو وہ آنحضرت ﷺ کی نظر میں کس قدر ذلیل آدمی ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اس کا کوئی فرض و نفل اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں، ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد دی، ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص "الجماعت" سے

ایک ہالشت بھی دور بٹا اس نے اسلام کا جو اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

ان ارشادات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بظاہر معمولی سی بدعت سے بھی کس قدر نفرت تھی۔

علماء حق کو بدعت سے نفرت کیوں؟

رہا یہ کہ ”بدعت“ اس قدر مبغوض چیز کیوں ہے؟ اکابر امت نے اس پر بہت طویل کلام کیا ہے میں نہایت اختصار کے ساتھ یہاں چند وجوہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں بدعتی کا دین پر حملہ

دین اسلام کی تکمیل آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہو چکی اور وہ تمام باتیں جن سے حق تعالیٰ شانہ کا قرب و رضا حاصل ہو سکتی تھی ان کو آنحضرت ﷺ نے بیان فرما دیا، اب جو شخص دین کے نام پر کوئی بدعت گھڑ کر لوگوں کو اس کی دعوت دیتا ہے وہ گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد ﷺ کا دین نعوذ باللہ ناقص ہے اور قرب و رضائے خداوندی کا جو راستہ اس احمق کو معلوم ہوا ہے وہ محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) معلوم نہیں ہوا، یا وہ کہنا چاہتا ہے کہ شریعت کا جو فہم اور منشاء خداوندی کا جو ادراک اس مبتدع کو ہوا وہ نہ تو آنحضرت ﷺ کو ہوا اور نہ صحابہ و تابعین کو۔۔۔ نعوذ باللہ۔

الغرض جو کام آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین نے نہیں کیا آج جو شخص اس کو عبادت اور دین بتاتا ہے وہ نہ صرف سلف صالحین پر بلکہ آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین پر حملہ کرتا ہے پس ایسے شخص کے مردود ہونے میں کیا شبہ ہے؟

بدعتی کو توبہ کی توفیق سے محرومی

بدعت کے علاوہ آدمی جو گناہ بھی کرتا ہے اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں ایک غلط کام کر رہا ہوں، وہ اس گناہ پر پشیمان ہوتا ہے اور اس سے توبہ کر لیتا ہے۔ مگر ”بدعت“ ایسا منحوس گناہ ہے کہ کرنے والا اس کو غلطی سمجھ کر نہیں بلکہ ایک ”اچھائی“ سمجھ کر کرتا ہے، اور شیطان اس گناہ کو اس کی نظر میں ایسا خوب صورت بنا کر پیش کرتا ہے کہ اسے اپنی غلط

روی کا کبھی احساس ہی نہ ہو پائے اور وہ مرتے دم تک توبہ سے محروم رہے، یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے گناہ گاروں اور پاپیوں کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، مگر بدعت کے مریض کو کبھی شفا نہیں ہوتی، الا یہ کہ خدا تعالیٰ کی خاص رحمت اس کی دیکھیری کرے اور اس کی برائی اس کے سامنے کھل جائے۔

بدعتی کی حماقت

آدمی کو بدعت کی نحوست اور تاریکی سنت کے نور سے محروم کر دیتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا أَخَذْتُ قَوْمًا بِذَعَةِ الْأَزْفَعِ مِثْلَهَا مِنَ السَّنَةِ فَتَضَكُّ بِسَنَةِ خَيْرٍ مِنْ إِحْدَاثِ بِذَعَةٍ. (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص ۳۱)

ترجمہ:- جب کوئی قوم کوئی سی بدعت ایجاد کر لیتی ہے تو اس کی مثل سنت اس سے اٹھالی جاتی ہے۔ اس لئے چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل کرنا بظاہر اچھی سے اچھی بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے:

مَا أَتَى دَعَ قَوْمٌ بِذَعَةٍ فِي دِينِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللَّهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

(رواہ الدارمی عن حسان موقوفاً مشکوٰۃ ص ۳۱)

ترجمہ:- جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت گھڑ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بقدر سنت اس لئے چھین لیتے ہیں اور پھر قیامت تک اسے ان کی طرف واپس نہیں لوٹاتے،

اور سنت سے اس محرومی کا سبب یہ ہے کہ بدعت میں جتنا ہونے کے بعد قلب کی نورانیت و صلاحیت زائل ہو جاتی ہے، آدمی حق و باطل کی تمیز کھو بیٹھتا ہے، اس کی مثال اس انارڈی کی سی ہو جاتی ہے جس کو کسی نوسر باز نے روپیہ بڑھانے کا جھانڈہ دیکر اس سے اصلی نوٹ چھین لئے ہوں، اور جعلی نوٹوں کی گڈی اس کے ہاتھ میں تھما دی ہو، وہ احمق خوش ہے کہ اسے ایک کے بدلے میں سول گئے مگر یہ خوشی اسی وقت تک ہے جب تک وہ انہیں لیکر بازار کارخ نہیں کرتا، بازار جاتے ہی اس کو نہ صرف کاغذ کے ان بے قیمت پروں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، بلکہ جعلی کرنسی کے الزام میں اسے پھنکڑی بھی لگا دی

ہے۔ اور نفس یہ تاویل سمجھا دیتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے، شریعت میں اس کی ممانعت کیسے ہو سکتی ہے؟ بس اس کے ظاہری حسن اور اپنی پسند کو معیار بنا کر آدمی اس پر رنجیدہ جاتا ہے اور اس کے باطن میں جو قابضیں اور خرابیاں ہیں ان پر اس کی نظر نہیں جاتی۔۔۔ اس کی مثال بالکل ایسے سمجھئے کہ کسی بد صورت مبرص کو اچھا لباس پہنا دیا جائے تو جو لوگ اس کی اندرونی کیفیت سے ناواقف ہیں اس کے خوش نما لباس کو دیکھ کر اسے جنت کی حور تصور کریں گے اور دور ہی سے اس کی خوب صورتی کے نادیدہ عاشق ہو جائیں گے عوام کی نظریں چونکہ ظاہری سطح تک محدود ہوتی ہیں اس لئے وہ سنت نبوی ﷺ کے اتنے عاشق نہیں ہوتے جس قدر کہ بدعات و خرافات پر فریفتہ ہوتے ہیں۔۔۔ اور جو لوگ عوام کی اس نفسیاتی کمزوری سے آگاہ ہیں انہیں بدعات کی ایجاد کے لئے تیار شدہ فصل مل جاتی ہے۔

دوسرا سبب شیطان کی تزویر

دوسرا سبب شیطان کی تسویل و تزویر ہے۔ آپ کو علم ہے کہ شیطان کو آنحضرت ﷺ کے دین، آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے مبارک طریقوں سے سب سے زیادہ دشمنی ہے وہ جانتا ہے کہ اولاد آدم کے جنت میں جانے کا بس یہی ایک راستہ ہے، وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ بڑی محنت و جانفشانی سے وہ لوگوں کو بہکا بہکا کر ان سے گناہ کرواتا ہے مگر گناہ کا کاغذ ان کے دل سے کسی طرح نہیں نکل پاتا اور وہ ایک بار اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر سچی توبہ کر لیتے ہیں تو اس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ شیطان جب راندہ درگاہ ہوا تو اس لعین نے قسم کھا کر کہا کہ یا اللہ! آپ نے آدم (علیہ السلام) کی وجہ سے مجھے مردود بنا دیا ہے، میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے اس کی اولاد کو گمراہ کروں گا، حق تعالیٰ شانہ نے اس کے جواب میں فرمایا، میں بھی اپنی عزت اور بلندی مرتبت کی قسم کھاتا ہوں کہ انہوں نے خواہ کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کئے ہوں جب تک میری بارگاہ میں آکر معافی مانگتے رہیں گے کہ یا اللہ! ہم سے حماقت ہوئی، معاف کر دیجئے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

الغرض توبہ و استغفار نے شیطان کی کمزوری رکھی تھی، اور اسے بڑے بڑے پاپ کرانے کے بعد بھی انسانوں کے بارے میں یہ خطرہ رہتا تھا کہ

و خواہشات کی نذر ہو کر مسخ ہو گئے اور ان کا حلیہ ہی بگڑ گیا اس دین کو یہ حادثہ پیش نہ آئے۔ پس جو لوگ بدعات ایجاد کرتے ہیں وہ دراصل دین اسلام کے چہرے کو مسخ کرتے ہیں اور اس میں تحریف اور تغیر و تبدل کا راستہ کھولتے ہیں مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا ہے اس لئے اس نے اپنی رحمت سے اس بات کا خود ہی انتظام فرما دیا ہے کہ یہ دین ہر دور میں انسانی خواہشات کی آمیزش اور بدعات کی ملاوٹ سے پاک رہے اور اہل بدعت جب بھی اس کے حسین چہرے پر بدعات کا گرد و غبار ڈالنے کی کوشش کریں، علمائے رہبانین کی ایک جماعت فوراً اسے جھاڑ پونچھ کر صاف کر دے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

يَتَحَمَّلُ هَذَا الْعِلْمُ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَدُوْلُهُ، يَنْفَوْنَ عَنْهُ تَحْرِيفُ الْفَالِئِينَ وَانْتِحَالُ الْمُتَبَطِّلِينَ وَتَاوِيلُ الْجَاهِلِيَّيْنَ. (مشکوٰۃ ص ۳۶)

ترجمہ:- ہر آئندہ نسل میں اس علم کے حامل ایسے عادل لوگ ہوتے رہیں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف باطل پرستوں کے غلط دعوؤں اور جاہلوں کی تاویلوں کو صاف کرتے رہیں گے۔

اس لئے الحمد للہ اس کا تو اطمینان ہے کہ اہل باطل اس دین کے حسین چہرے کو مسخ کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کا خود کار نظام پیدا فرما دیا ہے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ نئی نئی گھڑتیں اور بدعتیں ایجاد کر کے نہ صرف اپنی شقاوت میں اضافہ کرتے ہیں، بلکہ بہت سے جاہلوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

بدعت کے اسباب و محرکات

شائد آپ دریافت کریں گے کہ یہ لوگ دین میں نئی نئی جدتیں کیوں نکالتے ہیں؟ اور ان کو خدا کا خوف اس سے کیوں مانع نہیں ہوتا؟ اس کو سمجھنے کے لئے مناسب ہوگا کہ ایجاد بدعت کے اسباب و محرکات کا مختصر سا جائزہ لیا جائے۔

پہلا سبب جہالت

ایجاد بدعت کا پہلا سبب جہل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ بدعت میں ایک ظاہری اور نمائشی حسن ہوتا ہے اور آدمی اس کی ظاہری شکل و صورت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتا

تردائی پہ اپنی اسے زائد نہ جائیو!
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اس لئے شیطان نے انسانیت کو گمراہ کرنے کے لئے ”بدعات“ کا بے خوف و خطر راستہ ایجاد کیا جن سے انہیں کبھی توبہ کی توفیق نہ ہو۔

شیطان معلم ملکوت رہ چکا ہے اور وہ ہر جائز کو ناجائز اور ہر ناروا کو روا ثابت کرنے کی اتنی تاویلین جانتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت بھی اس کو استاذ مان جائے، اور پھر وہ ہر شخص کی نفسیات کا ماہر ہے وہ ہر طبقہ ہر گروہ اور ہر فرد کو الگ انداز میں گمراہ کرتا ہے جیسا کہ آج کے دور میں آپ دیکھتے ہیں کہ پروپیگنڈے کے زور سے کس طرح سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دیا جاتا ہے، ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیا جاتا ہے حق کو باطل اور باطل کو حق دکھایا جاتا ہے، یہ شیطان کے کرتب کا ادنیٰ نمونہ ہے مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوا کرتی ہے کہ دین کی وہ باتیں جن کا ثبوت آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے لوگ بڑی ڈھٹائی سے ان کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کے بارے میں شکوک و شبہات کا دفتر کھول دیتے ہیں، لیکن ایسی باتیں جن کا خلاف دین اور خلاف عقل ہونا ایسی بدیہی بات ہے کہ ایک بچہ بھی اسے سمجھ سکتا ہے اس کو قرآن و حدیث کھول کھول کر لوگ دین ثابت کرتے ہیں اب اس کو شیطان کی تسویل کے سوا اور کس چیز کا نام دیا جائے؟ قرآن کریم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”زین لہم الشیطن واعمالہم“۔ کہ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے سامنے آراستہ کر دیا ہے۔

الغرض دین حق کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور غیبی نظریاتی اور عملی بدعتوں کو ان کی نظر میں مزین کر دینا یہ شیطان کا وہ کاری حربہ ہے جس سے وہ اللہ کی مخلوق کو بلا خوف و خطر گمراہ کر سکتا ہے۔ یہ نکتہ ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے۔ اور امام غزالیؒ، امام ابن جوزیؒ اور امام شعرانیؒ جیسے اکابر نے اس پر مستقل رسائل اور کتابیں لکھی ہیں۔

تیسرا سبب حب جاہ و شہرت پسندی

بدعات کی ایجاد کا تیسرا سبب حب جاہ اور شہرت پسندی کا مرض ہے یہ ایک

نفسیاتی چیز ہے کہ لوگ جدت پسندی میں دلچسپی لیتے ہیں، اور ہر نئی چیز کو (بشرطیکہ اس پر کوئی خوش نما خلاف چڑھا دیا جائے) دوڑ کر اچکتے ہیں۔ اس لئے شہرت پسندی کے مریض دین کے معاملہ میں بھی نئی نئی حدیں تراشتے رہتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے دجال (فریبی) ہوں گے۔ وہ تمہیں ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی۔ نہ تمہارے باپ دادا نے، ان سے بچتے رہو، وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸)

چوتھا سبب غیر اقوام کی تقلید

بدعات کی اختراع و ایجاد کا ایک اہم سبب غیر اقوام کی تقلید ہے، تمدن و معاشرت کا یہ ایک فطری اصول ہے کہ جب مختلف تہذیبوں کا امتزاج ہوتا ہے تو غیر شعوری طور پر ایک دوسری کو متاثر کرتی ہیں، جو قوم اپنے تہذیبی خصائص کے تحفظ کا اہتمام نہیں کرتی وہ اپنے بہت سے امتیازی اوصاف کھو بیٹھتی ہے۔۔۔ خصوصیت کے ساتھ جو تہذیب مفتوح و مغلوب ہو وہ غالب تہذیب کے سامنے پر ڈال دیتی ہے مسلمان جب تک غالب و فاتح تھے اور ان میں اپنے تہذیبی خصائص کے تحفظ کی تب و تاب تھی اس وقت تک وہ دوسری تہذیبوں پر اثر انداز ہوتے رہے لیکن جب ان کی ایمانی حرارت ٹھنڈی ہو گئی، دلوں کی انگلیٹھیاں سرد پڑ گئیں، اور ان میں من حیث القوم اپنے خصائص کے تحفظ کا ولولہ نہ رہا تو وہ خود دوسری تہذیبوں سے متاثر ہونے لگے، دور جدید میں مسلمانوں کا انگریزی تہذیب سے متاثر ہونا اس کی کافی شہادت ہے۔۔۔ اس اجنبی اثر پذیری کا نتیجہ بسا اوقات یہ بھی ہوا کہ غیر اقوام کے رسوم و رواج کو دینی حیثیت دیدی گئی اور اس کے جواز و استحسان کے ثبوت پیش کئے جانے لگے یہی راز ہے کہ ہر علاقے کے مسلمانوں میں الگ الگ بدعات رائج ہیں، ہندوستان میں جو بدعات رائج ہیں وہ عرب علاقوں میں نہیں، اور مصر و شام کی بہت سی بدعات ہندوستان میں رائج نہیں ہو سکیں۔

ہندوستان میں اسلام بڑی کثرت سے پھیلا مگر افسوس ہے کہ ان قوموں کی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام نہ ہو سکا، اس لئے وہ لوگ جو ہندو مذہب چھوڑ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اپنے سابقہ رسم و رواج سے آزاد نہ ہو سکے، بلکہ ہندو معاشرہ سے شدید

اختلاف کی بناء پر ان مسلمانوں میں بھی بہت سی یہ چیزیں درآئیں جو باہر سے آئے تھے۔۔۔ چنانچہ شادی اور مرگ کے موقع پر ہندوستان کے مسلمانوں میں جو خلاف شرع رسمیں رائج ہیں، اور جن کو مردوں سے زیادہ عورتیں جانتی ہیں وہ سب ہندو مذہب کے براہم ہیں، جیسا کہ ایک نو مسلم عالم مولانا عبید اللہ نے ”تحفۃ الہند“ میں تحریر فرمایا ہے۔ میرا مقصد یہ نہیں کہ خدا نخواستہ ہندوستانی مسلمان کی ساری چیزیں ہندو اندہ ہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ سارے مسلمان ان میں مبتلا ہیں، بلکہ میری مراد ان رسوم و عادات سے ہے جن کا ثبوت ہماری اسلامی شریعت میں نہیں، بلکہ ہندو معاشرے میں ملتا ہے۔ بہت سے ایسے علاقے جہاں ہندوؤں کی اکثریت تھی مسلمان وہاں بہت ہی قلیل تعداد میں تھے اور ان کو اسلامی تعلیم و تربیت کا موقعہ میسر نہیں آتا تھا ان کے نام تک ہندو اندہ تھے، وہ سر میں چوٹی تک رکھتے تھے ظاہر ہے جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ بے چارے ہندو اندہ بدعات میں مبتلا نہ ہوتے تو اور کربھی کیا سکتے تھے۔۔۔ اس سے دوسرے ممالک کے مغلوب مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور پھر چونکہ یہ رسوم و عادات گویا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی ہیں اس لئے وہ اسلامی تعلیم کو ایک نئی چیز سمجھتے ہیں بہت سی عورتوں اور ناواقف مردوں کو جب اسلامی مسائل سے مطلع کیا جائے تو انہیں یہ کہتے سنا گیا ہے ”نئے نئے مولوی، نئے نئے مسئلے“۔ گویا وہ رسم و رواج جو ہندو معاشرے سے وراثت میں ملا ہے وہ تو ایک مستقبل دین کی حیثیت رکھتا ہے، اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات جن سے وہ ہمیشہ غافل اور ناواقف رہے ہیں ان کے نزدیک ایک نیا دین ہے۔

یہ تھے وہ چند اسباب جو اسلامی معاشرے میں بدعات کے فروغ کا سبب بنے اور مجھے افسوس ہے کہ اس میں قصور عوام سے زیادہ ان اہل علم کا ہے۔ جنہوں نے اسلام کی پاسبانی کا فریضہ انجام دینے اور دینِ قیم کو بدعات کی آلائش سے پاک رکھنے کے بجائے سیلاب بدعات میں بہہ جانے کو کمال سمجھ لیا۔

سنت و بدعت میں فرق کیلئے چند اصول

اب میں چند اصول عرض کرتا ہوں جن سے سنت و بدعت کے امتیاز میں مدد مل سکے گی۔۔۔ اس کا اصل الاصول تو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ جو چیز سلف صالحین کے زمانہ

میں نہیں تھی اسے دین سمجھ کر اختیار کرنا ”بدعت“ کہلاتا ہے تاہم اس اصول کو چند ذیلی اصولوں کے تحت ضبط کیا جاسکتا ہے۔

اصل اول

شریعت نے ایک چیز ایک موقع پر تجویز کی ہے۔ جب ہم شخص اپنی رائے اور خواہش سے اس کو دوسرے موقع پر تجویز کریں گے تو وہ بدعت بن جائے گی۔

مثال اول

درد شریف نماز کے آخری التحیات میں پڑھا جاتا ہے اگر ہم اجتہاد لڑائیں کہ درد شریف کوئی بری چیز تو نہیں اگر اس کو پہلی ”التحیات“ میں پڑھ لیا جائے، تو کیا حرج ہے؟ تو ہمارا یہ اجتہاد فلفظ ہوگا۔ اور پہلی التحیات میں درد شریف پڑھنا بدعت کہلانے کا، فقہاء اُمت نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص بھولے سے پہلی التحیات میں درد شریف شروع کر لے تو اگر صرف ”اللہم صل علی“ تک پڑھا تھا تو سجدہ سجدہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ فقرہ مکمل نہیں ہوا لیکن اگر ”علی محمد“ تک پڑھ لیا ہے تو سجدہ سجدہ واجب ہو جائے گا اگر سجدہ سجدہ نہیں کیا تو نماز دوبارہ لوٹانی ہوگی۔

مثال دوم

کوئی شخص یہ اجتہاد کرے کہ ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ روضہ اقدس پر پڑھا جاتا ہے، اگر کوئی اپنے وطن میں بیٹھا یہی پڑھتا رہے تو کیا حرج ہے؟ اس کا یہ اجتہاد بھی ”بدعت“ کہلانے کا۔ اس لئے کہ فقہائے اُمت نے ان الفاظ کے ساتھ سلام بھیجنے کا ایک خاص موقع مقرر کر دیا ہے، اگر اس موقع کے علاوہ بھی یہ صحیح ہوتا تو شریعت اس کی اجازت دیتی اور سلف صالحین اس پر عمل کرتے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت سالم بن عبید صحابی کی مجلس میں ایک صاحب کو چھینک آئی تو اس نے کہا ”السلام علیکم“ آپ نے فرمایا ”تھہ پر بھی اور تیری ماں پر بھی“ وہ صاحب اس سے ذرا بگڑے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو وہی بات کہی ہے جو ایسے موقع پر آنحضرت ﷺ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں کسی کو چھینک آتی

اور دفن میت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ مصنف نے دفن میت کا صرف مسنون طریقہ ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میت کو قبر میں اتارنے کے موقع پر اذان کہنا مسنون نہیں، جس کی آج کل عادت ہو گئی ہے اور ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ یہ ”بدعت“ ہے۔ (ص ۲۳۵ ج ۲)

مثال پنجم

نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج ہے، شریعت نے باہر سے آنے والے کے لئے سلام اور مصافحہ مسنون ٹھہرایا ہے، مگر مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگ اچانک ایک دوسرے سے مصافحہ و معانفہ کرنے لگیں سلف صالحین میں اس لغو حرکت کا رواج نہیں تھا بعد میں نہ جانے کس مصلحت کی بناء پر بعض لوگوں میں فجر، عصر، عیدین اور دوسری نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج پھیل نکلا، جس پر علمائے اہل سنت کو اس کے ”بدعت“ ہونے کا فتویٰ دینا پڑا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ باب المصافحہ میں لکھتے ہیں:

یہ جو لوگ عام نمازوں کے بعد یا نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، یہ کوئی سنت نہیں، بدعت ہے
(اوضح المسائل ص ۲۲ ج ۳)

علامہ ابن عابدین شامی میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرِهِمْ بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُتَعَادِيَةِ غَلَبِ الصَّلَاةِ، مَعَ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِئَلَّا يَكُونُوا كَمَا تَوَقَّفَنِي خُصُوصُ هَذَا الْمَوْضِعِ (رد المحتار ص ۲۳۵ ج ۲)
ترجمہ:- اور ہمارے بعض علماء (احناف) اور دیگر حضرات نے صراحت کی ہے کہ نمازوں کے بعد جو مصافحہ کرنے کی عادت ہو گئی ہے، یہ مکروہ ہے یا وجودیکہ اصل مصافحہ سنت ہے اس کے مکروہ بدعت ہونے کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ اس خاص موقع پر مصافحہ سلف صالحین سے منقول نہیں۔

یہ میں نے اس قاعدے کی چند مثالیں ذکر کی ہیں ورنہ اس کی بیسیوں مثالیں میرے سامنے

اور وہ۔۔۔۔۔ ”السلام علیکم“ کہنا تو آپ فرماتے ”تھپہ“ پر بھی اور تیری ماں پر بھی۔۔۔۔۔ اور پھر ارشاد فرماتے کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے ”الحمد للہ“ کہنا چاہئے، سننے والوں کو ”یوحکم اللہ“ کہنا چاہئے، اور اسے جواب میں پھر ”یغفر اللہ لی ولکم“ کہنا چاہئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۶)
مطلب یہ کہ ”السلام علیکم“ کا جو موقع شریعت نے تجویز کیا ہے اس سے ہٹ کر دوسرے موقع پر سلام کہنا ”بدعت“ ہے۔

مثال سوم

قبر پر اذان کہنا ہے سب جانتے ہیں کہ شریعت نے نماز پنج گانہ اور جمعہ کے سوا عیدین، کسوف و خسوف، استسقاء اور جنازہ کی نمازوں کے لئے بھی اذان و اقامت تجویز نہیں کی، اب اگر کوئی شخص اجتہاد کرے کہ جیسے پانچ نمازوں کے اعلان و اطلاع کے لئے اذان کی ضرورت ہے وہی ضرورت یہاں بھی موجود ہے لہذا ان نمازوں میں اذان کہنی چاہئے، تو اس کا یہ اجتہاد صریح غلط ہوگا۔ اس لئے کہ جو مصلحت اس کی عقل شریف میں آئی ہے اگر وہ لائق اعتبار ہو تو شریعت ان موقعوں پر بھی ضرور اذان کا حکم دیتی۔

مثال چہارم

کوئی شخص یہ اجتہاد کرے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اذان سنتے ہی شیطان بھاگ جاتا ہے، چونکہ مردے کے پاس سے شیطان کو بھگانا ضروری ہے اس لئے دفن کے بعد قبر پر بھی اذان کہی جائے، تو یہ اجتہاد بھی بالکل انکل پچو سمجھا جائے گا کیونکہ اول تو شیطان کا اغواء مرنے سے پہلے تک تھا، جو مر گیا شیطان کو اس سے کیا کام؟ دوسرے اگر یہ مصلحت صحیح ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کی سمجھ میں بھی آ سکتی تھی، مگر آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین سے قبر پر اذان کہنا ثابت نہیں اسی بناء پر فقہاء اہلسنت نے اس کو ”بدعت“ کہا ہے، علامہ شامی ”باب الاذان“ میں لکھتے ہیں کہ خیر ربلی نے ”بحر الرائق“ کے حاشیے میں لکھا کہ بعض شافعیہ نے اذان مولود پر قیاس کر کے دفن میت کے وقت اذان کہنے کو مندوب کہا ہے مگر ابن حجر نے شرح عباب میں اس قیاس کو رد کیا ہے۔ (رد المحتار ص ۳۸۵ ج ۲ طبع جدید)

لہذا اس کے لئے خاص خاص اوقات اور خاص خاص صورتیں تجویز کر لینا اور انہی کی پابندی کو ضروری سمجھنا بدعت ہوگا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سوال کیا گیا کہ ربیع الاول میں آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کے لئے اور محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

اس کام کے لئے دن وقت اور مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے، ہاں! اگر ایسے وقت عمل کیا جائے جس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے، مثلاً ماہ رمضان کہ اس میں بندہ مومن کا عمل ستر گناہ بڑھ جاتا ہے، تو مضائقہ نہیں کیونکہ پیغمبر ﷺ نے اس کی ترغیب فرمائی ہے، بقول امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو چیز کہ صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی ترغیب نہیں دی اور اس کا وقت مقرر نہیں فرمایا وہ فعل عبث ہے، اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مخالف ہے۔۔۔ اور جو چیز مخالف سنت ہو وہ حرام ہے، ہرگز روانہ ہوگی اور اگر کسی کا جی چاہتا ہے تو خفیہ طور پر خیرات کر دے، جس دن بھی چاہے، تاکہ نمود و نمائش نہ ہو۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۹۳)

اسی قاعدے کی بناء پر علماء اہل سنت نے حیا، ساتواں، نواں، چالیسواں کرنے کی رسم کو بدعت کہا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں:

عادت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ تھی کہ میت کے لئے وقت نماز کے علاوہ جمع ہوں، اور قرآن خوانی کریں، اور ختم پڑھیں، نہ قبر پر اور نہ کسی دوسری جگہ۔۔۔۔۔ یہ ساری

موجود ہیں، خلاصہ یہ کہ شریعت نے جس چیز کا جو موقعہ تجویز کیا ہے اس کے بجائے دوسری جگہ اس کام کو کرنا "بدعت" ہوگا

اصل دوم

شریعت نے جو چیز مطلق رکھی ہے اس میں اپنی طرف سے قیود لگانا بدعت ہے۔

مثال اول

شریعت نے زیارت قبور کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا، اب کسی بزرگ کی قبر پر جانے کے لئے ایک وقت مقرر کر لینا اور اسی کو ضروری سمجھنا بدعت ہوگا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سوال کیا گیا کہ زیارت قبور کے لئے دن معین کرنا، یا ان کے عرس پر جانا، جو کہ ایک معین دن ہوتا ہے درست ہے یا نہیں؟ جواب میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

قبروں پر جانے کے لئے دن معین کر لینا بدعت ہے، اور اصل زیارت جائز ہے۔۔۔ وقت کا تعین سلف صالحین میں نہیں تھا اور یہ بدعت اس طرح کی ہے کہ اس کی اصل تو جائز ہے مگر خصوصیت وقت بدعت ہے، اس کی مثال عصر کی نماز کے بعد مصافحہ ہے جس کا ملک توران وغیرہ میں رواج ہے اور اگر میت کے لئے دعا کی یا دہانی کی خاطر عرس کا دن ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو لازم کر لینا بھی بدعت ہے اسی قبیل سے جو کہ ابھی گزرا۔

(فتاویٰ عزیزی ص ۸۹ ج ۱)

اور آج کل بزرگوں کے عرس پر جو خرافات ہوتی ہیں اور جس طرح میلے لگتے ہیں اس کو تو کوئی عقلمند بھی صحیح اور جائز نہیں کہہ سکتا۔

مثال دوم

اسی طرح شریعت نے آنحضرت ﷺ بزرگان دین اور عام مسلمانوں کے ایصال ثواب کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا، آدمی جب چاہے ایصال ثواب کر سکتا ہے،

لئے یہ تو خوشی کے موقعہ پر شروع ہے نہ کہ غمی کے موقعہ پر۔۔۔ امام احمد اور ابن ماجہ حضرت جریر بن عبد اللہ صہبائیؓ سے سند صحیح روایت کرتے ہیں کہ ہم میت کے گھر جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو نوچہ میں شمار کرتے تھے۔ (رد المحتار ص ۲۳۰ ج ۲)

نیز علامہ شامی فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”مکروہ ہے کھانا تیار کرنا پہلے دن، تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد اور تہوار کے موقعہ پر قبر کی طرف کھانا لے جانا، اور قرأت قرآن کے لئے دعوت کا اہتمام کرنا، اور ختم کے لئے یا سورۃ انعام یا سورۃ اخلاص کی قرأت کے لئے بزرگوں اور قاریوں کو جمع کرنا حاصل یہ کہ قرأت قرآن کے وقت کھانا کھانا مکروہ ہے۔“

آگے چل کر شامی لکھتے ہیں:

”ہمارے اور شافعیہ کے مذہب میں یہ افعال مکروہ (تحریمی) ہیں خصوصاً جب کہ وارثوں میں نا بالغ یا غیر حاضر لوگ بھی ہوں قطع نظر ان بہت سے منکرات کے، جو اس موقعہ پر کئے جاتے ہیں مثلاً بہت سی شمعیں اور قندیلیں جلانا، ڈھول بجانا، خوش الحانی کے ساتھ گیت گانا، عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا جمع ہونا۔ ختم اور قرأت قرآن کی اجازت لینا، وغیرہ ذلک، جن کا ان زمانوں میں مشاہدہ ہو رہا ہے، اور ایسی چیز کے حرام اور باطل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔“ (حوالہ مذکورہ)

اصل سوم

شریعت نے جو عبادت جس خاص کیفیت میں شروع کی ہے اس کو اسی طرح ادا کرنا لازم ہے، اور اس کی کیفیت میں تبدیلی کرنا حرام اور بدعت ہے۔

مثال اول

دن کی نمازوں میں شریعت نے قرأت آہستہ تجویز کی ہے، اور رات کی

چیزیں بدعت اور مکروہ ہیں اہل اہل میت کی تعزیت کرنا، ان کو تسلی دلانا اور صبر کی تلقین کرنا سنت و مستحب ہے لیکن یہ تیسرے دن کا خاص اجتماع اور دوسرے تکلفات اور مردہ کا مال جو قیموں کا حق بن چکا ہے، بغیر وصیت کے خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (ص ۲۷۳)

رسم قل

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے یہاں جو ”رسم قل“ کی جاتی ہے، برادری کے لوگ جمع ہوتے ہیں، ختم پڑھا جاتا ہے، اور دیگر رسمیں ادا کی جاتی ہیں، یہ رسمیں خلاف شریعت اور بدعت ہیں، اپنی اپنی جگہ ذکر و تسبیح، تلاوت، درود شریف اور صدقہ خیرات کے ذریعہ میت کو ایصال ثواب جتنا چاہے کرے، اور میت کو ثواب بخشے، یہ بلاشبہ صحیح اور درست ہے، لیکن میت کے گھر جمع ہونا، اور اس کے مال سے کھانا تیار کرنا اگر خود بھی کھانا اور دوسروں کو بھی کھانا شریعت کے خلاف ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

میرے مرنے کے بعد دنیوی رسمیں، جیسے دسواں، بیسواں، ششماہی اور برسی، کچھ نہ کریں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے کو جائز نہیں رکھا بلکہ حرام قرار دیا ہے۔ (مالا بد مذہب ص ۱۶۰)

علامہ شامی فتح القدیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وَيُحْكَمُ الصِّيَاةُ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ، لِأَنَّهُ شَرَعَ فِي الشُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ وَهِيَ بِلُغَةٍ مُسْتَفْهَمَةٌ زَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْإِجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ الْبَيْتَاخَةِ (رد المحتار ص ۲۳۰ ج ۲)

ترجمہ:- اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت مکروہ ہے، اس

علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَلِذَا مَنَّوْا عَلَى الْإِجْتِمَاعِ بِصَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي أَخَذَتْهَا بَعْضُ الْمُتَعَبِّدِينَ لِأَنَّهُمْ تَوَكَّرُوا عَلَى هَذِهِ الْكَيْفِيَّةِ فِي تِلْكَ اللَّيَالِي الْمَخْصُوصَةِ وَإِنْ كَانَتْ الصَّلَاةُ خَيْرًا مَوْضُوعًا. (رد المحتار ص ۲۳۵ ج ۲)
ترجمہ:۔ اسی بنا پر فقہائے اُمت نے نماز 'رغائب' کے لئے جمع ہونے سے منع کیا ہے جو کہ بعض صحیحین نے ایجاد کی ہے، کیونکہ ان مخصوص راتوں میں اس کیفیت سے نماز پڑھنا منقول نہیں، اگرچہ نماز بذات خود خیر ہی خیر ہے۔

اسی سے سب بدأت، شب معراج اور شب قدر میں نمازوں کے لئے جمع ہونے اور ان کو اجتماعی شکل میں ادا کرنے کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

مثال دوم

شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہے اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہو اس کے بعد دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین سے یہ منقول نہیں ہے کہ وہ سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہوں۔ اس لئے ہمارے لئے یہاں جو رواج ہے کہ لوگ سنتیں نفل پڑھنے کے بعد امام کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں، سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد امام دعا کرتا ہے اور لوگ۔۔۔ اس پر آمین آمین کہتے ہیں یہ صحیح نہیں۔۔۔ اگر اتفاقاً کسی بزرگ کی دعا میں شریک ہونے کے لئے ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت بنالینا بدعت ہے۔

مثال سوم

نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور ورد و شریف وغیرہ اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر پل کر پڑھنا بدعت ہوگا۔

نمازوں میں نیز جمعہ اور عیدین میں جہری قرأت مقرر فرمائی ہے، اگر کوئی شخص خوش الحانی کے شوق میں ظہر عصر کی نمازوں میں بھی اونچی قرأت کرنے لگے تو اس کا یہ فعل ناجائز اور بدعت ہوگا۔

یا مثلاً جہری نمازوں میں بھی سبحانک اللہم، اعوذ باللہ۔ آہستہ پڑھی جاتی ہے، اگر کوئی شخص ان کی بھی جہر قرأت کرنے لگے تو یہ جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے ان سے دریافت کیا کہ نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا بیٹا! یہ بدعت ہے، میں نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھا کرتے تھے۔

مثال دوم

نماز ختم ہونے کے بعد احادیث طیبہ میں مختلف اور اذکار اور دعاؤں کا حکم فرمایا گیا، مگر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام یہ ذکر اور دعا باواز بلند نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ ہر شخص اپنے منہ میں پڑھا کرتا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کو ان اور اذکار اور دعاؤں میں یہی کیفیت مطلوب ہے، اور اُمت کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اس کے برعکس بعض مساجد میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ سر میں سر ملا کر اونچی آواز سے کلمہ شریف کا ورد کرتے ہیں، یہ طریقہ نبوی ﷺ اور مطلوب شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

اصل چہارم

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر شروع فرمایا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔

مثال اول

فرض نماز تو اجتماعی طور پر پڑھی جاتی ہے۔ اور شریعت کو ان کا اجتماعی طور پر ادا کرنا ہی مطلوب ہے۔ مگر نقلی نماز الگ الگ پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لئے نقلی نماز اجتماعی طور پر پڑھنے کو ہمارے فقہائے نے مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ”محیط“ سے نقل کیا ہے:

قِرَاءَةُ الْكَافِرُونَ إِلَى الْإِجْزَاعِ الْجَمْعُ مَكْرُوهَةٌ لِأَنَّهُا
بِذَعَةٍ لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنِ السَّابِقِينَ. (ص ۲۱۷)
ترجمہ: سورۃ الکافرون سے آخر تک مجمع کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ
بدعت ہے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں۔

فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خاں کے حوالے سے نقل کیا ہے:

رَفَعَ الصَّوْتُ بِالذِّكْرِ حَرَامٌ وَقَدْ ضَعَّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ سَمِعَ
قَوْمًا اجْتَمَعُوا فِي مَسْجِدٍ يَهْلِكُونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ، عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ جَهْرًا فَرَأَى إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا عَهْدُنَا ذَلِكَ عَلَى عَهْدِهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَا أَرَاكُمْ إِلَّا مُتَدَبِّعِينَ، فَمَزَالَ يَذْكُرُ ذَلِكَ
حَتَّى أَخْرَجَهُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ. (بزازیہ حاشیہ لاوی عالمگیری ص ۶۳۷۸)

بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے، حضرت ابن مسعودؓ سے بلند صحیح منقول ہے کہ
آپ نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد
کر رہے ہیں، آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا، ہم نے آنحضرت ﷺ کے
زمانے میں یہ چیز نہیں دیکھی، میرا خیال ہے کہ تم بدعت کر رہے ہو، آپ بار بار یہی بات
کہتے رہے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گانا
کرد و دو سلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا یہ بدعت ہے اور اس سے مساجد کو
پاک کرنا لازم ہے۔

مثال چہارم

شریعت نے نماز جنازہ کا ایک خاص طریقہ تجویز فرمایا ہے مگر نماز جنازہ کے بعد
اجتماعی طور پر دعا کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین اس موقعہ
پر اجتماعی دعا کیا کرتے تھے، اس لئے جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا، اور اس کو ایک سنت
بنالینا بدعت ہوگا۔ جنازے کے بعد دعا کرنی ہو تو نماز جنازہ کے بعد فوراً کسی تاخیر کے بغیر

جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے ہوئے ہر شخص اپنے طور پر دعا کرے۔
دعا مانگنا ہو تو قبر پر خوب مانگی جائے مگر آنحضرت ﷺ سے جنازے کی جو
کیفیت منقول ہے اس میں رد و بدل کی اجازت نہیں۔

مجھے توقع ہے کہ موٹی موٹی بدعات انہی اصولوں کے ذیل میں آ جاتی ہیں، اور
ان سب کا اصل الاصول وہی ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں، یعنی جو فضل آنحضرت ﷺ اور
صحابہ و تابعینؓ سے منقول نہ ہوا ہے دین کی حیثیت سے کرنا بدعت ہے۔

چند ضروری فوائد

فائدہ اول

بعض لوگ غلط سلط روایات سے بعض بعض بدعات کا جواز ثابت کیا کرتے
ہیں، اس لئے وہ قاعدہ یاد رکھنا چاہئے جو صاحب در مختار نے خیر ربلی سے اور ابن عابدین
شامیؒ نے تقریب سیوطیؒ سے نقل کیا ہے کہ کمزور روایت پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں۔
ایک یہ کہ وہ روایت بہت زیادہ کمزور نہ ہو مثلاً اس کا کوئی راوی جھوٹا یا جھوٹ سے متہم
ہو، دوسرے یہ کہ وہ چیز شریعت کے کسی عام اصول کے تحت داخل ہو،
تیسرے یہ کہ اس کو سنت نہ سمجھا جائے۔ (رد المحتار ص ۱۲۸ ج ۱)

بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اذان و اقامت میں آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی
سن کر انگوٹھے چومتے ہیں اور اس کے ثبوت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک
روایت نقل کی جاتی ہے بد قسمتی سے اس میں مذکورہ بالا تین شرطوں میں سے ایک بھی نہیں
پائی جاتی۔

اول تو وہ روایت ایسی مہمل ہے کہ ماہرین علم حدیث نے اس کو موضوع اور من

گھڑت کہا ہے۔

دوسرے یہ روایت اصل دین میں سے کسی اصل کے تحت داخل نہیں۔

تیسرے اس کو کرنے والے نہ صرف سنت سمجھتے ہیں بلکہ دین کا اعلیٰ ترین شعار تصور
کرتے ہیں، اور علامہ شامیؒ اور دیگر اکابر نے ایسا کرنے کو افتراء علی الرسول قرار دیا ہے۔

علامہ شامیؒ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسی بات کو جو دین نہیں، دین میں ٹھونسنے کے مترادف ہے۔ (رد الخوارص ۲۰ ج ۲)

فائدہ سوم

ایک چیز بذات خود مستحب اور مندوب ہے۔ مگر اس کا ایسا التزام کرنا کہ زنت رفتہ اس کو ضروری سمجھا جانے لگے اور اس کے تارک کو ملامت کی جانے لگے تو وہ فعل مستحب کے بجائے گناہ اور بدعت بن جاتا ہے۔

مثلاً آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے بعد اکثر و بیشتر وہابی جانب سے گھوم کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ لگالے کہ دائیں جانب سے گھومنے ہی کو ضروری سمجھنے لگے میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ بسا اوقات بائیں جانب سے گھوم کر متوجہ ہوا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۸۵)

فائدہ چہارم

جس فعل میں کفار و فجار اور اہل بدعت کا تھپ پایا جائے اس کا ترک لازم ہے، کیونکہ بہت سی احادیث میں آنحضرت ﷺ نے کفار و فجار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷۵) ترجمہ: جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں شمار ہوگا۔

اسی قاعدے کے تحت علمائے اہل سنت نے محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ”تذکرہ شہادت“ سے منع کیا ہے، أصول الصغار اور جامع الرموز میں ہے: ”نَسِیَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ ذِكْرِ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ فِي يَوْمِ عَاشُورَا أَيْ جُوزُؤْ أَمْ لَا، قَالَ لَا لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ شِعَارِ السَّوْاقِطِ“۔ ترجمہ: آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا دس محرم کو شہادت حسینؑ کا تذکرہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز نہیں کیونکہ یہ رافضیوں کا شعار ہے۔ (بحوالہ الجنت لاهل السنۃ ص ۱۳۰)

اس قاعدے سے معلوم ہوا کہ وہ تمام افعال جو اہل بدعت کا شعار بن جائیں انکا ترک لازم ہے۔

جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے اس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ نہیں سوچا کہ اذان و اقامت دن میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ دس مرتبہ دہرائی جاتی ہے۔ اب اگر اذان و اقامت کے وقت انگوٹھے چومنا سنت ہوتا تو جس طرح اذان و اقامت مسلمانوں میں متواتر چلی آتی ہے، اور مناروں پر گونجتی ہے اسی طرح یہ عمل بھی مسلمانوں میں متواتر ہوتا، حدیث کی ساری کتابوں میں اس کو درج کیا جاتا، اور مشرق سے مغرب تک پوری امت اس پر عمل پیرا ہوتی۔

فحیک اسی معیار پر انگوٹھے چومنے کی اس بے اصل روایت کا قصہ بالکل جعلی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس کو صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم صحابہ و تابعین اور بعد کی ساری امت کے تعامل کو جھٹلا رہے ہیں کیونکہ اگر اس کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہوتی تو ناممکن تھا کہ صحابہ و تابعین کی پوری جماعت دن میں دس مرتبہ اس پر عمل نہ کرتی، اور ناممکن تھا کہ تمام کتب حدیث میں اس کو جگہ نہ ملتی۔

فائدہ دوم

جو عمل بذات خود مباح ہو مگر اس میں بدعت کی آمیزش ہو جائے یا اس کو سنت سمجھا جانے لگے تو اس کا کرنا جائز نہیں۔

حدیث و فقہ کی کتابوں میں اس قاعدے کی بہت سی مثالیں مذکور ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے آئمہ احناف نے نمازوں کے بعد سجدہ شکر ادا کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (عالمگیری ص ۱۳۶ ج ۱، شامی ص ۳۰ ج ۱۲)

در مختار (قبیل صلوة المسافر) وغیرہ میں ہے

سَجْدَةُ الشُّكْرِ مَسْتَحَبَّةٌ بِهِ يُفْتَى، لَكِنَّهَا تُكْرَهُ بَعْدَ الصَّلَاةِ، لِأَنَّ الْجَهْلَةَ يَغْتَفِلُونَهَا سَنَةً أَوْ زَاجَةً، وَكُلُّ مُسَاحٍ يُؤَدِّي إِلَيْهِ فَهُوَ مَكْرُوهٌ۔

ترجمہ: سجدہ شکر مستحب ہے، اسی پر فتویٰ ہے لیکن نمازوں کے بعد مکروہ ہے کیونکہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ بیٹھیں گے، اور ہر مباح جس کا یہ نتیجہ ہو وہ مکروہ ہے۔

قائدہ پنجم

جب کسی فعل کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو جائے تو ترک سنت فعل بدعت سے بہتر ہے۔ (البحر الرائق ص ۲۱ ج ۲) اور رد المحتار ص ۶۴۲ ج ۱ میں ہے:

إِذَا تَرَدَّدَ ذَا الْحُكْمِ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ كَانَ تَرْكُ السُّنَّةِ رَاجِحًا عَلَى فِعْلِ الْبِدْعَةِ.

ترجمہ: جب کسی حکم میں تردد ہو جائے کہ یہ سنت ہے یا بدعت ؟ تو سنت کا ترک کر دینا بہ نسبت بدعت کرنے کے راجح ہے۔

اس قاعدے سے ان تمام امور کا حکم معلوم ہو جاتا ہے جن کے سنت اور بدعت ہونے میں اختلاف ہو۔ بعض اسے سنت بتاتے ہوں اور بعض بدعت۔

سنت و بدعت کے سلسلہ میں جو نکات میں نے ذکر کئے ہیں اگر ان کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی کہ اہل سنت کون ہیں۔

